عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد: ۳۵ | ۱۳ تا ۲۱ رجمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء | شمارہ: ۱۲

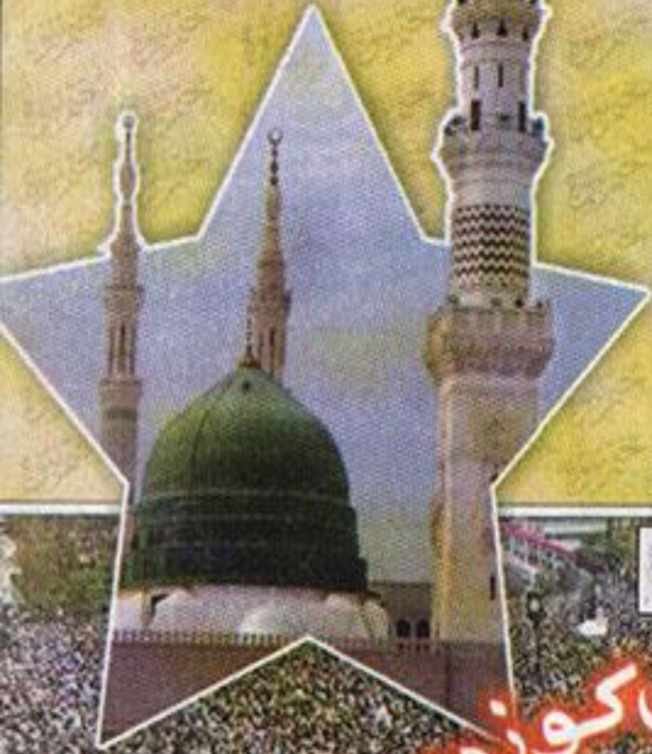

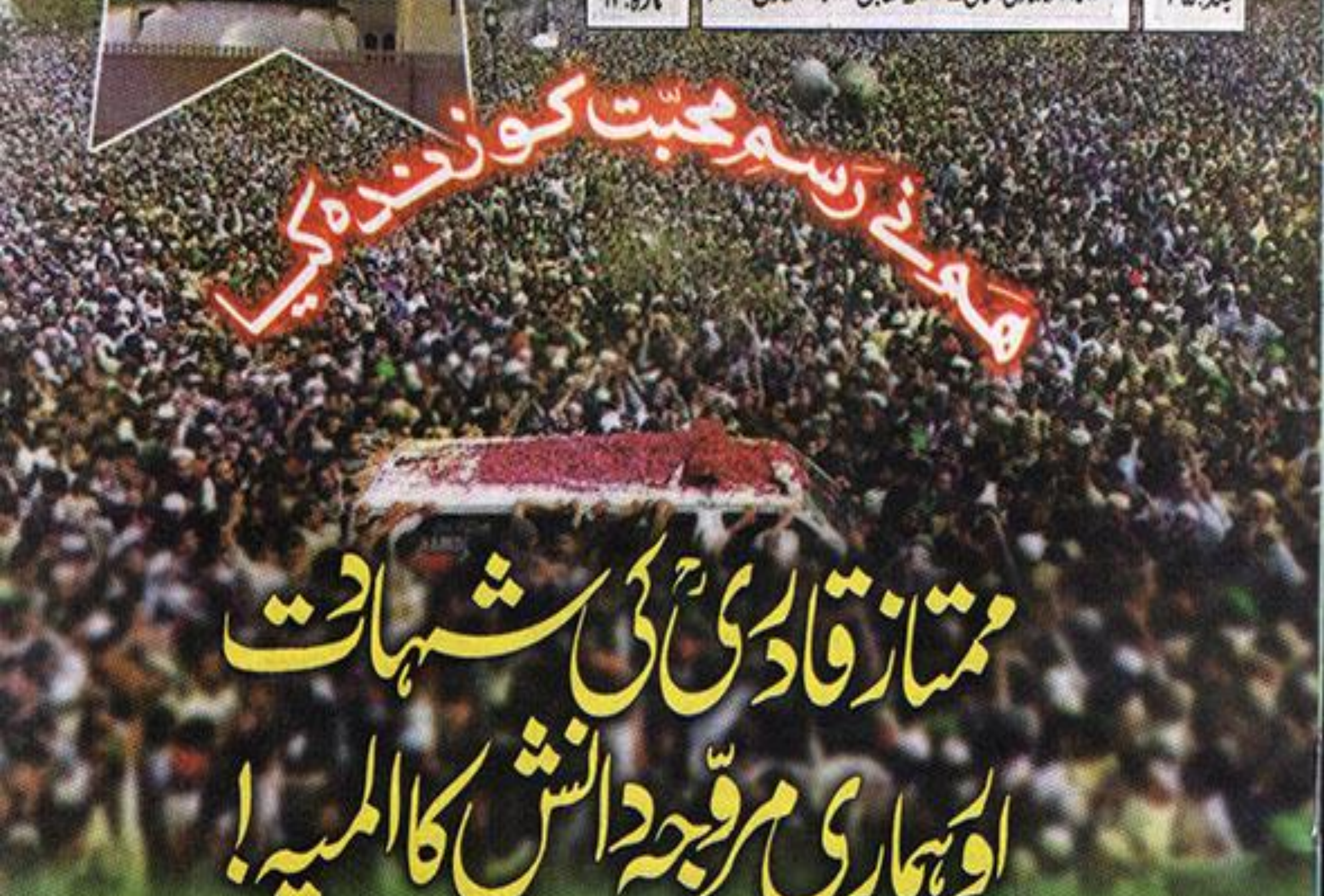

ہم نے رسمِ محبت کو زندہ کیا

ممتاز قادری کی شہادت اور ہماری مروّجہ دانش کا المیہ!

تحفظِ خواتین بل

ایک تجزیہ

دین میں سند کی اہمیّت

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

نماز میں امام کے پیچھے صفیں مکمل کرنی چاہئیں

ابوحسان، کراچی

س:...... ہمارے محلے میں ایک مسجد ہے، جو کچھ اس طرح ہے کہ مسجد کا منبر ومحراب اوپر کی منزل پر ہے یعنی امام صاحب اوپر کی منزل میں کھڑے ہوتے اور ان کے پیچھے صفیں بنتی ہیں، پھر جب وہ جگہ بھر جاتی ہے تو بعد میں آنے والے نمازی مسجد کی نچلی منزل (گراؤنڈ فلور) میں صفیں بنالیتے ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ نچلی منزل میں بزرگ اور ضعیف حضرات جو سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے، اُن کے لئے کرسیاں رکھی گئیں ہیں جن پر وہ نماز پڑھتے ہیں، لیکن بعض صحت مند نمازیوں نے بھی یہ سلسلہ شروع کردیا ہے کہ ابھی جبکہ بالائی منزل پر صفیں خالی ہوتی ہیں مگر یہ لوگ نچلی منزل پر ہی نیت باندھ کر جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں، حالانکہ ان کا کوئی عذر نہیں ہوتا، محض سستی کی بناپر ایسا کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان کا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج:...... جب مسجد میں ایک سے زیادہ منزلیں ہوں تو امام کو چاہئے کہ نیچے کی منزل میں جماعت کرائے، کیونکہ نیچے کی منزل کو چھوڑ کر امام کا مقتدیوں سمیت اوپر کی منزل میں جماعت کرانا مکروہ ہے۔ باقی مقتدیوں کو تو امام کے پیچھے ہی صفیں مکمل کرنی چاہئیں، وہاں جگہ موجود ہوتے ہوئے صفوں کو نامکمل چھوڑ کر مقتدیوں کے لئے دوسری جگہ کھڑے ہونا مکروہ ہے۔

مسجد کے اوپر دکانیں یا نیچے باتھ روم بنانا جائز نہیں

س:...... کیا مسجد کے نیچے انڈر گراؤنڈ باتھ روم وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟ اسی طرح اوپر دکانیں ہوں اور ان کے نیچے مسجد بنانا درست ہے؟

ج:...... مسجد کی جگہ کو زمین کی تہ سے لے کر آسمان تک کسی اور مقصد یا ضرورت کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا، اس لئے مسجد کے نیچے باتھ روم نہیں بناسکتے اور نہ ہی مسجد کے اوپر دکانیں وغیرہ بنانے کی اجازت ہے۔ اگر اوپر دکانیں، گھر یا فلیٹ وغیرہ ہوں اور نیچے مسجد بنائی جائے تو وہ جائے نماز اور مصلیٰ کے حکم میں ہوتا ہے، شرعی مسجد نہیں ہوتی اور وہاں نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب تو ملتا ہے، مسجد کا نہیں۔ اس لئے وہاں اعتکاف بھی نہیں کیا جاسکتا۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

"قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجداً ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد للّٰه بخلاف ما اذا کان السرداب العلو موقوفا لمصالح المسجد فهو کسرداب بیت المقدس هذا هو ظاهر الروایة۔" (شامی ص:۳۵۸، ج:۴)

نماز کے آخری قعدہ میں دعائیں

س:...... نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنے کے بعد صرف ایک دعا ہی پڑھی جاسکتی ہے یا زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں؟

ج:...... جتنی دعائیں چاہے پڑھ سکتے ہیں، لیکن امام کو چاہئے کہ وہ مقتدیوں کی رعایت اور خیال کرے، نماز کو اتنا لمبا نہ کرے کہ مقتدی پریشان اور تنگ ہوجائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆......☆☆☆

ہفت روزہ ختم نبوت

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد — مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی — علامہ احمد میاں حمادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۵ — ۱۳ تا ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء — شمارہ: ۱۲

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

تحفظ خواتین بل اور اس کا تجزیہ	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
ہم نے رسم محبت کو زندہ کیا	۸	عبدالقدوس محمدی
دین میں سند کی اہمیت	۱۱	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
ممتاز قادری کی شہادت اور ہماری دانش کا المیہ	۱۴	مولانا زاہد الراشدی
عذاب الٰہی	۱۶	شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق
عظیم باپ کی عظیم بیٹی	۱۸	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
پاکستان کے دروازے پر سیکولر و لبرل ازم کی دستک	۲۰	مولانا توصیف احمد
قاری محمد تقی الاسلام دہلوی	۲۲	قاری شعیب احمد
اللہ تعالیٰ ظلم و فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا	۲۴	جاوید اختر ندوی

زر تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

تحفظ خواتین بل اور اس کا تجزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

گزشتہ دنوں ۲۵رفروری ۲۰۱۵ء بروز جمعرات پنجاب اسمبلی نے خواتین کے تحفظ کے نام پر ایک بل پاس کیا، جو اب صوبہ پنجاب کی سطح تک قانون کا حصہ بن چکا ہے۔ اس بل کی دفعات اور ان کی وضاحت جو اخبارات کے ذریعہ اب تک سامنے آئی ہے، وہ یہ ہے:

''۱:.....تحفظ خواتین بل کی منظوری کے بعد تشدد کا شکار خاتون کو گھر سے بے دخل نہیں کیا جاسکے گا۔ اور اس کے تمام اخراجات مرد اٹھائے گا۔

۲:.....خاتون پر تشدد کرنے والے مرد کو ۲ردن کے لئے گھر سے نکالا جاسکے گا۔

۳:.....عورتوں پر تشدد کرنے والے مردوں کو عدالتی حکم پر ٹریکنگ کڑے لگائے جائیں گے۔

۴:.....اور ٹریکنگ سسٹم اتارنے پر مردوں کو سزا دی جائے گی۔

۵:.....بل میں خواتین پر گھریلو تشدد، معاشی استحصال، جذباتی، نفسیاتی، بدکلامی اور سائبر کرائمز شامل ہیں۔

۶:.....بل میں کہا گیا ہے کہ گھریلو تشدد کا شکار ہونے والی خواتین کے تحفظ کے لئے شیلٹر ہوم بنائے جائیں گے، جن میں متاثرہ خواتین اور بچوں کو بورڈنگ، لاجنگ کی سہولت فراہم کی جائے گی۔

۷:.....خواتین پر تشدد کی شکایات کے ازالہ کے لئے ٹال فری نمبر قائم کیا جائے گا اور خواتین کی شکایات کی تحقیقات کے لئے ڈسٹرکٹ پروٹیکشن کمیٹی بنائی جائے گی، جبکہ مصالحت کے لئے سینٹرز بھی قائم کئے جائیں گے۔

۸:.....تشدد زدہ خاتون کو اس کی مرضی کے بغیر گھر سے بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ دوسری صورت میں وہ اپنے انتظام کردہ متبادل گھر یا شیلٹر ہوم میں رہائش رکھ سکتی ہے۔

۹:.....ضلع افسر تحفظ خواتین متاثرہ خاتون کو بچانے کی غرض سے کسی بھی وقت کسی بھی جگہ داخل ہوسکے گی، حفاظتی افسر سے مزاحمت کرنے والے کو چھ ماہ قید اور پانچ لاکھ روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکیں گی۔

۱۰:.....اگر مدعا علیہ عبوری آرڈر پروٹیکشن آرڈر وغیرہ کی حکم عدولی کرے گا تو اسے ایک سال قید یا پچاس ہزار سے دو لاکھ روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکیں گی۔ سزا سے متاثرہ شخص تیس دن میں سزا کے خلاف اپیل کرسکے گا۔ حکومت اس قانون کے تحت پروٹیکشن سسٹم کی کارکردگی وقتاً فوقتاً آڈٹ کرائے گی۔ حکومت مالی سال کے اختتام پر تین ماہ کے اندر پروٹیکشن سسٹم کی سالانہ رپورٹ صوبائی اسمبلی میں پیش کرے گی۔'' (روزنامہ جنگ کراچی، جمعرات، ۲۵رفروری ۲۰۱۶ء)

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارا ملک پاکستان اسلامی نظریہ کے تحت وجود میں آیا، اس کے آئین میں صراحۃً یہ بات درج ہے کہ: اس ملک میں قرآن وسنت سپریم لاء ہوگا اور کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن اس بل کے مندرجات بالا پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ بل درحقیقت قرآن وسنت، آئین پاکستان اور مشرقی روایات کے بالکل برعکس اور متصادم ہے۔

اب آیئے! دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس بارہ میں کیا راہنمائی فرمائی ہے، سورۃ النساء، آیت نمبر: ۳۴،۳۵ میں ارشادِ خداوندی ہے:

’’اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا۔‘‘ (النساء:۳۴،۳۵)

ترجمہ: ’’مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں، مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بد دماغی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر وہ اگر تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو۔ اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی میں اتفاق فرماویں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔‘‘

(ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

اعتقادات ہوں یا عبادات، ان میں مرد اور عورت بحیثیت ایک عبد اور مکلف مخلوق کے دونوں مساوی وہم مرتبہ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور تمام عبادات جس طرح اور جس پیمانہ پر مرد کی قبول ہوسکتی ہیں، وہی ساری راہیں عورت کے لئے بھی کھلی ہوئی ہیں۔ لیکن دنیاوی معاملات، خاندانی امور کو درست رکھنے اور انتظامی حیثیت میں دونوں مساوی نہیں۔ جیسے باپ اور بیٹا بحیثیت ’’عبد‘‘ بالکل ایک ہیں، عنداللہ اعمال کی مقبولیت کے اعتبار سے دونوں مساوی ہیں، لیکن دنیا میں شریعت کا حکم ہے کہ باپ افسر ہو کر رہے اور بیٹا ماتحت ہو کر۔ باپ حکم دے اور بیٹا حکم مانے۔ اسی طرح معاشرت کی انتظامی ریاست میں مرد کو عورت پر تفوق اور غلبہ حاصل ہے، اور عورت مرد کے ماتحت اور تابع ہے، جیسا کہ قرآن کریم نے ’’اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ‘‘ فرمایا ہے، یعنی مرد عورتوں کے امور کا انتظام کرنے والے، ان کی کفالت کرنے والے اور ان پر احکام نافذ کرنے والے ہیں۔

عورت و مرد میں یہ مراتب کا فرق صرف قرآن کریم نے ہی ذکر نہیں کیا، بلکہ گزشتہ سماوی ادیان میں بھی یہ فرق ملحوظ رکھا گیا تھا، چنانچہ بائبل میں لکھا ہے:

’’خداوند خدا نے.....عورت سے کہا: اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔‘‘ (پیدائش،۳:۱۶)

۲:.....’’اے بیویو! اپنے شوہروں کی ایسی تابع رہو جیسے خداوند کی، کیونکہ شوہر بیوی کا سر ہے، جیسا کہ مسیح کلیسا کا سر ہے اور وہ خود بدن کا بچانے والا ہے، لیکن جیسے کلیسا مسیح کے تابع ہے، ایسے ہی بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہوں۔‘‘ (افسیوں،۵:۲۲)

ویسے بھی اجتماعی زندگی کا اصول یہ ہے کہ اگر چند لوگ مل کر رہنا اور وقت گزارنا چاہتے ہیں تو جب تک ان میں سے ایک کو مطاع، حاکم، منتظم اور سربراہ اور دوسروں کو مطیع، محکوم، تابع اور ماتحت قرار نہیں دیا جائے گا تو کسی طرح بھی اجتماعی زندگی نبھ نہیں سکتی۔ ملکوں کے بادشاہ، صدور، وزرائے اعظم، قبیلوں کے سردار اور اداروں کے سربراہان اسی اصول اور فلسفے کے ماتحت بنائے اور مقرر کیے جاتے ہیں۔ جس طرح ریاستوں کا انتظام، ملکوں کا نظام، جماعتوں کا نظام، اداروں کا نظام بغیر سربراہ، امیر اور حاکم کے درست نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح گھریلو زندگی بھی ایک چھوٹی سی ریاست ہوتی ہے، جس میں چند افراد مل کر وقت گزارتے ہیں، جب تک اس میں بھی کسی کو سربراہ اور حاکم مقرر نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک یہ خاندانی انتظام بھی درست نہیں رہ سکتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ سربراہ کس کو متعین کیا جائے، مرد کو یا عورت کو؟ قرآن کریم نے طے کر دیا کہ مرد کو ہی سربراہ اور حاکم بنایا جائے، اور قرآن کریم نے اس کی دو وجوہ بیان کی ہیں:

۱:.....ذاتی اور وہبی، ۲:.....عرضی اور کسبی

۱:....ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر بہت سی باتوں میں فضیلت دی ہے۔ من جملہ ان کے عقل، فہم، علم، حلم، حسن تدبیر، قوت نظریہ، قوت عملیہ، اور قوت جسمانیہ وغیرہ مردوں کو بنسبت عورتوں کے کہیں زائد عطا کی۔ نبوت، امامت، خلافت، قضاء، شہادت، وجوب جہاد، جمعہ، عیدین، اذان، خطبہ، جماعت کی نماز، نکاح کی مالکیت، تعدد ازواج، طلاق کا اختیار، میراث میں حصہ کی زیادتی، نماز اور روزہ کا پورا کرنا، حیض و نفاس، حمل اور ولادت سے محفوظ رہنا، یہ فضائل اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عطا کئے ہیں۔

چونکہ جسمانی قوت کے اعتبار سے عورتیں مردوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ قضا و قدر نے عورتوں کی سرشت میں برودت اور نزاکت رکھی ہے۔ مردوں میں حرارت اور قوت رکھی ہے، اس وجہ سے فوجی بھرتی، جنگ و جدال، قتال و جہاد، شجاعت و بہادری اور میدان جنگ میں حکومت و سلطنت کے لئے جانبازی، سرحدوں کی حفاظت و نگرانی اور حکومت کے استحکام و بقا کے لئے جس قدر اعمال شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے، وہ سب مردوں ہی سے سرانجام پاتے ہیں۔ مرد کی ساخت اور بناوٹ ہی اس کی فوقیت اور فضیلت کا ثبوت دے رہی ہے اور عورت کی فطری نزاکت، اس کا حمل اور ولادت اس کی کمزوری اور لاچاری کی دلیل ہے اور ظاہر ہے کہ کمزور اور ناتواں کو قوی اور توانا پر نہ حکومت کا حق ہے اور نہ وہ کرسکتا ہے۔ اس لئے اس کا اقتضاء یہی ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہوں اور عورتیں ان کی محکوم اور تابع ہوں۔

۲:....عرضی اور کسبی طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم اور سربراہ مقرر کیا ہے کہ انہوں نے عورتوں پر مہر کی صورت میں مال خرچ کیا اور ان کے کھانے، پینے، لباس اور مکان کا خرچ اپنے ذمہ لیا۔ مرد اپنے سے زیادہ ان کی راحت رسانی کا خیال رکھتا ہے، اس لحاظ سے بھی مرد عورتوں کے محسن ہوئے اور محسن کو حکومت کرنے کا حق ہے، کیونکہ وہ عورتوں کا آقا اور ولی نعمت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور لینے والا ہاتھ نیچے، ان وجوہ کی بنا پر عورتوں کو مردوں کا تابع اور محکوم بنایا۔

اس سوال پر کہ مرد کو حاکم بنایا جائے یا عورت کو؟ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اس کے عقلی احتمالات تین ہوسکتے ہیں:

۱:....مرد حاکم اور عورت محکوم ہو، ۲:....عورت حاکم اور مرد محکوم ہو، ۳:....مرد اور عورت دونوں مساوی اور برابر ہوں۔

قرآن کریم اور شریعت اسلامیہ نے پہلے احتمال کو اختیار کیا، یعنی مرد حاکم ہو اور عورت کو اس کا محکوم قرار دیا اور اس پر یہ حکم دیا کہ چونکہ مرد حاکم اور بالادست ہے، اس لئے عورت کے تمام مصارف کی ذمہ داری مرد پر ہے اور مرد ہی پر مہر واجب ہے۔

اگر دوسرا احتمال لیں اور عورتیں یہ چاہیں کہ ہم حاکم بنیں اور مرد ہمارے محکوم بنیں تو پھر عورتوں کو چاہیے کہ مرد کے تمام مصارف کی کفیل اور ذمہ دار وہ خود بنیں اور عورتوں پر ہی مردوں کا مہر واجب ہو اور نکاح کے بعد اولاد کے مصارف، ان کی خورد و نوش، تعلیم و تربیت کے اخراجات کی وہ کفیل ہوں، حتیٰ کہ مکان کا کرایہ بھی عورتوں کے ذمہ ہو، جس طرح مرد حاکم ہونے کی صورت میں ان تمام مصارف کو برداشت کرتا ہے۔

اور اگر عورتیں تیسرا احتمال اختیار کریں کہ مرد اور عورت دونوں برابر ہوں، نہ کوئی حاکم ہو اور نہ کوئی محکوم تو پھر اس کا تقاضا یہ ہے کہ مہر تو پہلے ہی مرحلہ میں ختم ہو جائے گا اور پھر نان، نفقہ، لباس اور رہائش کا مسئلہ بھی ختم ہوگا۔ اس لئے کہ برابری کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک اپنا اپنا ذمہ دار ہے اور خانگی مصارف خورد و نوش، بچوں کی تعلیم و تربیت کے مصارف آدھے مرد پر اور آدھے عورت پر واجب ہوں۔

غرض یہ کہ شریعت نے جو مرد کے حاکم ہونے کا فیصلہ کیا ہے، وہ نہایت ہی عادلانہ اور حکیمانہ فیصلہ ہے اور عورتوں کے حق میں اس سے زیادہ نافع اور مفید کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ عورتوں پر اس فیصلہ کا شکر واجب ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کے ضعف اور کمزوری اور وسائل معاش سے لاچاری اور مجبوری کی بنا پر اس کو شوہر کا محکوم بنا کر پیکر محبوبیت و نزاکت بنایا کہ عورت مرد پر ناز کرے اور تمام مصارف اور ذمہ داریوں سے سبکدوش رہے۔

قرآن کریم نے مہذب، شریف، شائستہ، نیک، اور فرمانبردار بیویوں کی علامت یہ بتلائی ہے کہ وہ شوہر کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و ناموس اور اس کے مال و جائداد کی نگہداشت کرنے والیاں ہوتی ہیں۔

اس کے بالمقابل غیر مہذب، ناشائستہ سلوک اور نافرمانی کرنے والی عورتوں کو سمجھانے کے لئے قرآن کریم نے تین طریقے اور درجے بتلائے ہیں:

۱:....ان کو وعظ ونصیحت، ہمدردی وخیر خواہی اور نفع ونقصان بتلا کر سمجھایا جائے۔اگر بات ان کی سمجھ میں آجائے اور وہ اپنی روش اور رویہ تبدیل کرلیں تو ٹھیک ہے، ورنہ دوسرے درجہ پر ان کے بستر تنہا کردو۔اس سے وہ اپنے آپ کو درست اور ٹھیک کرلیں تو صحیح ہے، ورنہ تیسرے درجہ پر ان کو مار پیٹ کے ذریعہ تنبیہ کرو اور مار پیٹ ایسی ہو کہ اس سے زخم نہ آئے اور نہ ہی منہ پر مارا جائے، اگر وہ فرمانبرداری اور اطاعت شروع کردیں تو ان پر تنگی نہ کرو، اور اگر اس سے بھی معاملہ نہ سنبھل سکے تو پھر دو منصف دونوں طرف سے اس معاملہ کو سلجھائیں۔

بہر حال یہ قرآن کریم کی ہدایات ہیں، جن سے گھریلو زندگی کو خوش اسلوبی سے چلایا جاسکتا ہے۔قرآن کریم کا یہ خطاب رومی وجاپانی، اعلیٰ وادنیٰ، شریف ورذیل، عالم وجاہل، دیہاتی اور شہری، نیک بخت اور بدباطن، ہر طبقہ، ہر سطح اور ہر ذہنیت کے لوگوں کے لئے ہے، پہلی صدی سے لے کر قیامت تک ہر زمانہ اور ہر دور والوں کے لئے ہے، اور اس کے احکام ومسائل میں ہر انسانی ضرورت اور ہر بشر کے ماحول کا لحاظ کیا گیا ہے۔اور یہ مشاہدہ ہے کہ بہت سے معاشرے اور طبقے ایسے ہیں جہاں عورت کے لئے جسمانی سزائیں عام ہیں۔علاج کی یہ صورت ظاہر ہے کہ انہی طبقوں کے لئے ہے، پھر اتنی اجازت بھی ضرورت پڑنے پر ہی ہے، ورنہ سیاق عبارت نرمی کی سفارش کرتا ہے۔

اب اس تحفظ خواتین بل کا شق وار جائزہ لیتے ہیں کہ آیا یہ قرآن وسنت، آئین پاکستان اور مشرقی روایات سے کوئی میل اور تعلق رکھتا ہے یا نہیں؟ اس بل کی پہلی شق ہے کہ:

۱:-”تحفظ خواتین بل کی منظوری کے بعد تشدد کا شکار خاتون کو گھر سے بے دخل نہیں کیا جاسکے گا۔اس کے تمام اخراجات مرد اٹھائے گا۔“۱:....اس شق میں یہ معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ تشدد کے اسباب اور وجوہات کیا تھیں، بالفرض اگر اس کا سبب عورت کا کوئی گھناؤنا فعل ہو تب بھی مرد ہی مجرم ہوگا؟ ۲:....تشدد کرنے والا کون ہے؟ عورت یا مرد؟ یا اس کی ساس، سسر، دیور یا اس کی نند یا کوئی بیرونی شخص؟ ظاہر ہے وہ عورت تو اپنے شوہر کے گھر میں ہی رہے گی، اگر اس عورت کے میکے والے زبردستی اس عورت کو اپنے گھر لے گئے تو اس صورت میں بھی شوہر قصوروار ہوگا؟

اور پھر ان اخراجات سے کون سے اخراجات مراد ہیں، اگر عورت شوہر کے گھر میں ہے تو ظاہر ہے اخراجات شوہر ہی کے ذمہ ہوں گے اور اگر وہ عورت بغیر شوہر کے تشدد کے شوہر سے روٹھ کر اپنے میکے یا کہیں اور چلی جاتی ہے تو کیا اس صورت میں بھی اس کے اخراجات شوہر دے گا؟ یا اگر عورت نے مرد پر تشدد کیا یا اس کو زدوکوب کیا تو اس صورت میں کیا ہوگا؟ پھر اگر وہ شوہر پہلے ہی سے روزانہ مزدوری کرکے بڑی مشکل سے گھر کا گزارہ چلا رہا ہے تو اس صورت میں وہ جرمانے کے اخراجات کہاں سے لائے گا؟

۲:-”خاتون پر تشدد کرنے والے مرد کو ۲ دن کے لئے گھر سے نکالا جاسکے گا۔“۱:....شوہر کو اس کے گھر سے کون نکالے گا؟ پھر جب شوہر کو گھر سے نکالا جائے گا تو گھر اور بیوی بچوں کے اخراجات کا کون ذمہ دار ہوگا؟ ۲:....گھر تو شوہر کی ملکیت ہے، نہ کہ عورت کی ملکیت یا اگر گھر کرائے کا ہے تو اس کا کرایہ تو شوہر ادا کرتا ہے تو کیا کسی کو اس کی ملکیت یا گھر سے بے دخل کرنا شرعاً، اخلاقاً وقانوناً جائز ہے؟ ۳:....شوہر دو دن باہر کہاں گزارے گا؟ ۴:....جب شوہر دو دن باہر گزار کر گھر آئے گا تو کیا اس عورت کو وہ اپنے نکاح میں رکھے گا؟ ۵:....اگر نہیں رکھے گا اور طلاق دے کر اس کو فارغ کردے گا تو وہ عورت اپنا سر کہاں چھپائے گی؟

۶:....اس کے روزمرہ کے اخراجات کا کفیل کون ہوگا؟ کیا ایسی عورت پھر بے راہ روی کا شکار نہ ہوگی؟

۳،۴:-”عورتوں پر تشدد کرنے والے مردوں کو عدالتی حکم پر ٹریکنگ کڑے لگائے جائیں گے اور ٹریکنگ سسٹم اتارنے پر مردوں کو سزا دی جائے گی۔“

اس شق میں یہ وضاحت نہیں کہ عورتوں پر تشدد کرنے والوں کو جو کڑا پہنایا جائے گا وہ عورت کا شوہر ہے یا کوئی اور؟ ۲:....اگر اس تشدد کا سبب عورت ہو، مثلاً: وہ شوہر کے گھر والوں سے لڑ رہی ہو، یا مرد کی عزت وناموس اور اس کے مال میں خیانت کی مرتکب ہو، تب بھی یہ ٹریکنگ کڑا اس کے شوہر کو پہنایا جائے گا؟ اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ کیا اس لئے کہ وہ اپنی عورت کے قریب نہ جائے؟ اگر اسے حقوق زوجیت کی ضرورت ہو تو پھر بھی وہ اس کے قریب نہیں جاسکے گا؟ اگر ایسا ہے تو کیا شریعت میں اس کی اجازت ہے؟ حالانکہ احادیث میں تو یہ آتا ہے:

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

ہم نے رسم محبت کو زندہ کیا

عبدالقدوس محمدی

حسد کے مارے ہوئے کچھ کالے دل والوں نے تحریک اہانت رسول شروع کی، اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کے تن بدن سے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالنا تھا، اس تحریک کے تحت پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو ہدف بنایا گیا، کہیں دلآزار، شرانگیز اور توہین آمیز خاکے بنائے گئے، کہیں منظم منصوبہ بندی کے تحت ہرزہ سرائی کروائی گئی، عجیب و غریب حرکتیں اور نت نئے حربے اختیار کیے گئے، وقفے وقفے سے ایسی اوچھی حرکتیں ہوتی رہیں جن کے ذریعے یہ کوشش کی گئی کہ مسلمانوں کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والفت کا والہانہ پن ختم کردیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے معاملے میں مسلمانوں کی حساسیت کا گراف وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم سے کم تر ہوتا چلا جائے، مسلمانوں کے لئے اہانت رسول ایک معمول کی بات بن جائے۔

یوں تو دنیا کے مختلف خطوں میں یہ شرانگیز تحریک جاری رہی مگر پاکستان اس کا مرکزی ہدف تھا۔ پاک وطن میں انسداد توہین رسالت کا قانون اور پاکستانی مسلمانوں کی مذہبی غیرت بطور خاص نشانے پر تھی۔ دنیا کو فتنوں میں مبتلا کرنے والوں نے اپنی تجوریوں کے منہ کھولے، ایک مافیا کی پرورش کی، بے حیائی کے پرچارک شراب کے رسیا اور مغربی تہذیب وتمدن کے دلدادہ کچھ نام نہاد روشن خیالوں کو خریدا اور انہیں انسداد توہین رسالت قانون کو ختم کرنے کی مہم پر لگا دیا، پہلے اکا دکا آوازیں اٹھنا شروع ہوئیں، کسی نے اس قانون کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا، کسی نے اس قانون کو انتہا پسندی کی علامت کہا، کسی نے دہشت گردی کے ڈانڈے اس قانون سے جوڑنا شروع کیے۔ پانچ ستارہ ہوٹلوں میں سیمینار ہونے لگے، پروجیکٹ تیار ہوئے، ورکشاپس ہوئیں، مباحثے رکھے گئے، ٹاک شوز ہوئے، اراکین پارلیمنٹ اور اراکین سینٹ پر ڈورے ڈالے جانے لگے، این جی اوز کی ان حیاباختہ بیگمات اور آوارہ مزاج لوگوں کے اس مافیا کو پرویز مشرف کے دور اقتدار میں روشن خیالی کے عنوان سے خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا مگر اس مافیا کو جانے اماں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے چرنوں میں ملی۔

سلمان تاثیر نے مغربی ایجنڈے کو فروغ دینا شروع کیا، وہ پاکستان میں لبرل ازم کی علامت قرار دیا جانے لگا، سیکولرازم کے استعارے کے طور پر ابھرنے لگا۔ اس حد تک تو سب نے گوارا کیا لیکن اس وقت قوم کا ضبط ٹوٹ گیا جب اس نے شیخوپورہ کی ایک ایسی خاتون جو توہین رسالت کے الزام میں جیل میں تھی اسے ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں اہانت رسول کی تحریک کو بڑھاوا دینے کی کوشش کی، گورنر پنجاب نے انسداد توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون قرار دیا، سلمان تاثیر کی لابی اور اس کے پیچھے کھڑے عالمی شرانگیزوں اور فتنہ پروروں نے تیزی سے اپنے پتے کھیلنا شروع کیے۔ ایسے میں اس شرانگیزی کے خلاف پوری پاکستانی قوم کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا، ملک بھر میں جلوس نکلنے لگے، ملک کے گلی کوچے میں نعرے گونجنے لگے تحریک حرمت رسول چلی، بچے بڑے مختلف انداز سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی وابستگی اور عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے لگے، قراردادیں منظور ہوئیں، کتابیں لکھی گئیں، مضامین چھپے، ایام احتجاج اور ایام مذمت منائے گئے، ٹاک شوز ہوئے، مباحثے اور مکالمے ہوئے لیکن سلمان تاثیر کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا، اس کی شرانگیزیوں کا کوئی نوٹس نہ لیا گیا، تحریک اہانت رسول میں پیش پیش مٹھی بھر عناصر کو کوئی لگام نہ دی جا سکی، سلمان تاثیر کے محاسبے کی کوئی شکل سامنے نہ آئی اور نہ ہی اس کی ہٹ دھرمی میں کوئی کمی دیکھنے میں آئی، ایسی صورتحال نے پوری قوم کو زچ کر کے رکھ دیا۔ تحریک حرمت رسول تو چل رہی تھی مگر اس کی منزل کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی، اس تحریک کا نتیجہ اور حاصل وصول کیا تھا؟ ہر کوئی اس سے بے خبر تھا، ایسے میں سلمان تاثیر کی حفاظت پر مامور ایک عام اور گمنام سے سپاہی نے سلمان تاثیر پر فائرنگ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ملک بھر میں سناٹا چھا گیا، اس کی موت کے ساتھ ہی پاکستان میں تحریک اہانت رسول دم توڑ گئی، سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھنے کا مرحلہ آیا تو کوئی اس کی نماز جنازہ پڑھانے تک کے لئے تیار نہ ہوا، امام ڈھونڈا گیا، بادشاہی مسجد کے خطیب اور سرکاری ملازم مولانا عبدالخبیر آزاد اپنی ملازمت داؤ پر لگا کر جنازہ پڑھانے سے انکاری ہوگئے، کئی علماء کو "اپروچ" کیا گیا لیکن کسی نے ہامی نہ بھری اور بالآخر تاثیر کلب کے چند ممبران نے گورنر پنجاب کی آخری رسومات ادا کیں اور اسے مٹی کے حوالے کر دیا گیا۔

سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ممتاز قادری کو جیل میں ڈال دیا گیا، تاثیر کلب کے ممبران اور موم بتی مافیا نے دنیا بھر میں دہائی دی اور اپنے دیرینہ سرپرستوں کو تعاون پر آمادہ کر لیا اور ممتاز قادری کو پھانسی دینے کی مہم شروع ہوگئی جبکہ دوسری طرف ممتاز قادری کی رہائی کی تحریک بھی جاری رہی، مقدمہ بھی چلتا رہا، اسی کشمکش میں طویل عرصہ

گزر گیا اور کوئی فیصلہ نہ کیا جاسکا، نہ پھانسی کا نہ معافی کا، پھر وقت نے کروٹ لی اور پاکستان میں تحریک اہانت رسول چلانے والوں نے بالواسطہ طور پر اس ملک کو انسداد توہین رسالت کے قانون سے لے کر اسلامی آئین تک ہر اسلامی حوالے سے محروم کرنے کے جتن شروع کردیئے اور اب صرف ایک قانون نہیں بلکہ پاکستان کی نظریاتی اساس اور نظریے پر حملہ کیا گیا اور لبرل ازم اور سیکولر ازم کا پرچار کیا جانے لگا، بات این جی اوز کے دفاتر اور پانچ ستارہ ہوٹلوں سے نکل کر حکومتی ایوانوں تک جا پہنچی اور کلمہ طیبہ کے نعرے اور اسلام کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی مملکت خداداد کے "اسلام پسند" وزیر اعظم بھی اس وطن کے مستقبل کو لبرل ازم سے وابستہ کرنے لگے۔

وہ وزیر اعظم جو قوم تو کیا اپنی پارٹی کے رہنماؤں تک کو میسر نہیں ہوتے وہ دنیا کے سامنے پاکستان کا چہرہ مسخ کر کے پیش کرنے والے فلم میکروں کی پشت پناہی کرنے لگے، وہ ہولی اور دیوالی کی تقریبات میں تو بے تابانہ شریک ہوتے مگر انہیں قومی سیرت کانفرنس اور دیگر اسلامی سرگرمیوں میں شرکت کی توفیق نہ ہوتی۔ لبرل ازم کے فروغ کے لئے پاکستان میں دینی مدارس پر چھاپے مارے جانے لگے، تبلیغی جماعت پر قدغنیں لگائی گئیں، مساجد پر سے لاؤڈ اسپیکر اتارے جانے لگے، حقوق نسواں کے نام سے پاکستان کی تہذیبی شناخت مسخ کرنے اور پاکستان کے خاندانی نظام کو تہ وبالا کرنے کی کوششیں کی جانے لگیں، پاکستان میں مذہبی طبقات کے گرد گھیرا تنگ ہونے لگا اور موم بتی مافیا کو کھل کھیلنے کا موقع دیا گیا۔ ایسے ماحول میں جب پاکستان میں بظاہر اسلام پسند سمجھے جانے والے حکمرانوں نے لبرل ازم اور سیکولر ازم کو فروغ دینے کا بیڑہ اٹھا رکھا تھا اور اس حوالے سے کئی علامتی اقدامات اٹھائے جارہے تھے ایسے میں رات کے اندھیرے میں ممتاز قادری کو اڈیالہ جیل میں پھانسی دے دی گئی:

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

ممتاز قادری کو پھانسی دیتے ہوئے شاید یہ سمجھا گیا ہوگا کہ لبرل ازم اور سیکولر ازم کی فتوحات کا ایک اور پرچم گاڑھ دیا گیا ہے، جونہی ممتاز قادری کی پھانسی کی خبر منظر عام پر آئی تو موم بتی مافیا بغلیں بجانے لگا، پاکستان میں سیکولر ازم اور لبرل ازم کے علمبردار خوشی کے شادیانے بجانے لگے، انہوں نے سمجھا کہ وہ ایک بہت بڑا "ٹارگٹ اچیو" کر چکے لیکن اچانک منظر نامہ بدل گیا اور ساری بازی ہی الٹ کر رہ گئی۔

ممتاز قادری کا جسد خاکی جب ان کے گھر لایا گیا تو راولپنڈی کے ایک بے نام سے محلے کی تنگ و تاریک گلیوں میں واقع ان کا گھر کہکشاں بن کر جگمگ کرنے لگا اور پورے ملک کے مسلمانوں کی دلی تمناؤں اور امیدوں کا مرکز بن گیا، لوگ دیوانہ وار ممتاز قادری کے جسد خاکی کو بوسے دینے چلے آئے، مرد، عورتیں، بچے بڑے، بوڑھے جوان سب عقیدت ومحبت کی تصویر بن گئے، ملا اور مسٹر کی تفریق مٹ گئی، مسلکی جھگڑے بھلا دیئے گئے، ممتاز قادری کی نماز جنازہ کی لیاقت باغ میں ادائیگی کا اعلان ہوا تو پورا ملک سراپا اشتیاق بن گیا، دن دو بجے جنازے کا اعلان ہوا لیکن لوگوں نے رات کو ہی آکر لیاقت باغ میں ڈیرے ڈال دیئے، ملک بھر میں احتجاجی جلوس نکلنے لگے، مساجد میں اعلانات ہونے لگے ممتاز قادری کے درجات کی بلندی کے لئے دعائیں کی جانے لگیں۔ یکم مارچ کو راولپنڈی شہر عید کا منظر پیش کر رہا تھا، تعلیمی ادارے اور کاروباری مراکز بند کر دیئے گئے تھے، پورے شہر کی پھولوں کی دکانوں سے پتیاں اور پھول ختم ہوگئے، ممتاز قادری کے جسد خاکی، ان کے جسد خاکی والی ایمبولینس بلکہ ان کے جنازے کی گزر گاہوں پر منوں پتیاں نچھاور کی گئیں۔ لیاقت باغ اور اس سے ملحقہ سڑکوں اور بازاروں میں سر ہی سر نظر آرہے تھے، وارث خان سے لیکر مری چوک تک اور فوارہ چوک سے لے کر موتی محل تک ہر گلی کوچے میں عاشقان مصطفیٰ دکھائی دے رہے تھے، اولیائے کرام ممتاز قادری کی میت کو کندھا دینے کے لئے بے تاب تھے، شیوخ الحدیث ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مضطرب تھے، ایسے لوگ جو عام حالت میں مسجد جانے سے کتراتے ہیں وہ بھی جنازے کے لئے کھنچے چلے آتے تھے، بڑے بڑے رئیس زادے سڑکوں پر پڑے تھے، لوگوں کا جوش وخروش دیدنی تھا، ایسا والہانہ پن، ایسے ایمان افروز مناظر، ایسے روح پرور لمحات ....اللہ اللہ......کبھی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے....... کبھی بڑوں سے سنا کرتے تھے...... کبھی تصور بھی نہ کیا تھا کہ زندگی میں ایسے مناظر بھی دیکھنے کو ملیں گے۔

پورا دن مجسمہ حیرت بنے بے بسی سے سوچتا رہا کہ اس جنازے کی رپورٹ کیسے لکھوں گا؟ اس پر مضمون کیا باندھوں گا؟ پریس ریلیز کے الفاظ کیا ہوں گے؟ کالم کا عنوان کیا ہوگا؟ خبر کا انٹرو کیا بنے گا؟ اخبار کی سرخی کیا نکلے گی؟ لکھتے ہوئے کبھی ایسی بے بسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا جس مشکل کا اس دن سامنا تھا۔ لکھنے بیٹھا تو برادر عزیز عبدالرؤف کو ساتھ بٹھایا، برسوں سے نیوز ڈیسک پر سرخیاں نکالنے اور لوگوں کی بنائی ہوئی خبروں اور رپورٹوں کی نوک پلک سنوارنے والے فاضل نوجوان نے بھی ہاتھ کھڑے کر دیئے، بار بار پوچھا کیا کروں؟ مگر جواب میں صرف خاموشی، پھر یکا یک میرے رب نے کرم فرمایا، ذہن میں ایک روشنی سی کوندی اور دن بھر کے سارے مناظر، سارے ولولے، سارے جذبے، سارے نقشے، سارے نعرے ایک لفظ میں سمٹ کر رہ گئے اور وہ لفظ تھا "ریفرنڈم"۔ ممتاز قادری کی نماز جنازہ کا اجتماع سچ مچ ریفرنڈم تھا۔ سیکولر ازم اور لبرل ازم کے علمبرداروں اور پشتیبانوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، جی ہاں وہ صرف ایک جنازہ نہیں تھا، وہ ایک پولیس کانسٹیبل کا سفر آخرت نہیں تھا بلکہ ایک سچے عاشق رسول

کو الوداع کہنے کا مرحلہ تھا۔ جنازے کی شکل میں ہونے والے اس ریفرنڈم نے پاکستان کے حال اور مستقبل کا ناک نقشہ واضح کر دیا تھا اس جنازے کی وجہ سے جس جس کو تکلیف ہوئی وہ مسلسل کراہ رہے ہیں اور سدا کراہتے رہیں گے۔ ایمان اور غیرت کی دولت سے مالا مال پاکستانیوں کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ ان فلسفوں میں الجھیں کہ ممتاز قادری نے کس قانون کے تحت یہ قدم اٹھایا؟ کس سے فتویٰ لیا؟ کس سے مشورہ کیا؟ کس سے شہ پائی؟ یہ سب سوالات اب بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں کیونکہ وہ ریاست جس کو کلمہ طیبہ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، جہاں اسلام کے نفاذ کے خواب دکھائے گئے تھے، جس منزل کے حصول کے لئے لوگوں نے آگ اور خون کے دریا عبور کئے تھے اور جس عمارت کی بنیادوں میں ہزاروں بہنوں کی عصمتوں اور لاکھوں لوگوں کا لہو شامل ہوا تھا وہاں جب اسلامیان پاکستان کو کسی قانون اور قاعدے کی رو سے دینی معاملات میں اطمینان حاصل نہ ہو پائے، ایسی ریاست کے باسی بھی اگر اپنی جانیں اور اولادیں نہیں، اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے معاملے میں بھی عدم تحفظ کا شکار ہوں تو پھر وہ نہ کسی دارالافتاء کا رخ کریں گے اور نہ کسی قانون دان سے رہنمائی لیں گے، وہ کسی دانشور کی دانش کو خاطر میں لائیں گے اور نہ کسی واعظ کی مصلحتوں کا منجن خریدیں گے وہ کسی مداہنت کی لوری پر آنکھیں موندیں گے اور نہ ہی مفادات کے کسی جال میں الجھیں گے، ان کے پاس صرف ایک ہی راستہ بچ جاتا ہے اور وہ ممتاز قادری والا راستہ ہوتا ہے۔

لوگ پوچھتے ہیں ریمنڈ ڈیوس کو پروٹو کول کے ساتھ الوداع کیا جاسکتا ہے تو ممتاز قادری کو ریلیف کیوں نہیں دیا جاسکتا؟ گستاخان رسالت پر آج تک کوئی قانون لاگو نہیں ہوا تو ممتاز قادریوں کو کیوں پھانسی کا پھندا چومنا پڑتا ہے؟ اس دوہرے معیار کا لوگوں کو جواب چاہئے؟ لوگ ان دوغلی پالیسیوں کی "لاجک" جاننا چاہتے ہیں، اگر انہیں ان سوالات کا جواب نہیں ملے گا تو بات نہیں بنے گی۔ الیکٹرانک میڈیا پر بلیک آؤٹ کروائیں گے تو سوشل میڈیا پر "قادری، قادری" ہو جائے گی، سوشل میڈیا چھین لیں گے تو سینہ گزٹ بروئے کار آئے گا، مولوی نہیں ہوگا تو پولیس والا اٹھ کھڑا ہوگا۔ علماء کو فورتھ شیڈول میں ڈال دیں، مدارس کے باہر پہرے لگا دیں، تبلیغی جماعت کی مشکیں کس ڈالیں، ہونٹوں پر تالے چڑھا دیں، قلم کو زنجیروں میں جکڑ دیں، جو مرضی کریں اگر جبر کا یہی ماحول برقرار رہا اور لوگوں کو کوئی "وے آؤٹ" نہ دیا گیا تو کوئی بھی کسی بھی وقت اچانک ممتاز قادری بن سکتا ہے۔ ایسا ممتاز قادری جس کا دارالافتاء اس کا سینہ ہوتا ہے اور جس کا مفتی اس کا دل ہوتا ہے۔

رہنے دیجئے ان سارے جھمیلوں کو کہ ترکھان کا بچہ بازی لے گیا یا پولیس کی وردی جیت گئی! یہ مقدر کے قصے اور نصیبے کی باتیں ہیں جو خوش نصیب والوں کے حصے میں آتی ہیں۔ فتویٰ کس نے دیا؟ دوسروں کو قتل کرنے اور ان کا لہو بہانے کے سرٹیفکیٹ کس نے بانٹے؟ کسی مستند دارالافتاء اور کسی معتمد ہستی نے؟ نہیں، کبھی نہیں! لیکن کیا کیجئے کہ منظر نامہ ایسا بدل سا گیا ہے کہ جب بھی کوئی خطیب کسی منبر پر بیٹھ کر فرد اور ریاست کی بحث چھیڑتا ہے، جب برداشت، برداشت کے بھاشن دیئے کی کوشش کی جاتی ہے، جب یہ تلقین کی جاتی ہے کہ کسی کو کسی دوسرے کی جان لینے کا کوئی حق نہیں، اشتعال اچھی بات نہیں، غیرت کا کوئی وجود نہیں تو لوگ پوچھتے ہیں اپنے ماں باپ کے لئے، اپنی ذات کے لئے اور اپنے مفادات کے لئے تو سب چلتا ہے لیکن دین اور پیغمبر اسلام کی جب بات آئے تو پھر کیوں کچھ نہیں؟ اور ہاں اب وہ زمانے لد گئے جب لوگ سر نیہوڑائے ہر بات سنتے اور بلا دلیل مانتے چلے جاتے تھے، الفاظی اور شعلہ بیانی کے سحر میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے، اب پرانا دور نہیں رہا، اب لوگ سوال اٹھاتے ہیں آخر ہم کریں تو کیا کریں؟...... جائیں تو کہاں جائیں؟...... کوئی قانونی راستہ؟...... کوئی سبیل؟...... شرانگیزی اور گستاخی کی کوئی بریک؟...... کوئی حل؟...... اور جب لوگوں کو کوئی قانونی حل دکھائی نہیں دیتا، ریاست ان کو اطمینان نہیں دلاتی تب وہ ممتاز قادری بنتے ہیں۔ ممتاز قادری پر تبرا نہیں شکستہ دل نوجوان کو کوئی قانونی راستہ، کوئی آئینی حل دلوانے کی بات کیجئے۔ ممتاز قادری اور غازی علم دین ایسے لوگ فیس بک کی پوسٹیں پڑھتے ہیں نہ ٹوئٹس کو سامنے رکھ کر اپنی منزلیں تراشتے ہیں۔ براہ مہربانی ملا کو الزام اور دشنام مت دیجئے۔ ممتاز قادری ایسے لوگوں کا نہ کوئی مسلک ہوتا ہے اور نہ ان کا کوئی امام...... یہ دل کی باتیں ہیں اور انہیں دل والے ہی جانتے ہیں...... اب کسی تقریر اور تحریر سے جذبات کے اس طلاطم کو قابو کرنا ممکن نہیں کیونکہ ممتاز قادری اب ایک شخص نہیں رہا وہ ایک استعارہ بن گیا...... ایک عنوان جس نے پاکستان میں اہانت رسول کی تحریک کا سوئچ آف کر دیا...... جس نے پاکستان میں اسلام کے مستقبل کے حوالے سے فکر مند لوگوں کے دلوں کو اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دیا...... جس نے پاکستان میں لبرل ازم اور سیکولرازم کے خواب دیکھنے والوں کے چہروں پر کالک مل دی...... جس نے پاکستان کے ملا اور مسٹر کو ایک صف میں لا کھڑا کیا...... ممتاز قادری ایک ایسی تحریک بن گیا جس نے تمام مسلکی دوریاں مٹا ڈالیں...... جس نے پاکستانی مسلمانوں کی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کو اور پختہ کر دیا...... جس نے مسلمانوں کے دلوں میں عشق و محبت اور عقیدت کے اتنے دیپ جلا دیئے ہیں جنہیں اب کوئی آندھی نہیں بجھا سکے گی...... لاکھوں تقریریں، کروڑوں تحریریں، ہزاروں تحریکیں وہ کام نہ کر پائیں جو ممتاز قادری کے جنازے اور ان کی شہادت نے کر دکھایا۔

ہم نے رسم محبت کو زندہ کیا
زخم دل جیت کر، نقد جاں ہار کر

دین میں سند کی اہمیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
مرسلہ: مولانا سید محمد زین العابدین

اللہ تعالیٰ نے دین کا دارومدار آسمانی وحی پر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر وحی آتی رہی اور اس وحی کے ذریعہ دین پھیلتا رہا، اس لئے اصل مدار وحی ہے، چاہے وہ وحی قرآن کی شکل میں ہو یا غیر قرآن کی شکل میں۔ خود قرآن نے اس کو واضح طور پر بیان کردیا ہے کہ اصل مدار وحی پر ہے۔

بیت المقدس ہمارا قبلۂ اوّل ہے، اور اس کا قبلۂ اوّل ہونا یہ وحی سے ثابت ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبلہ کی طرف چودہ پندرہ مہینہ نماز پڑھی ہے، لیکن آپ قرآن کریم کو بسم اللہ سے والناس تک دیکھ لیجئے، کہیں کوئی آیت ایسی نہیں ملے گی جس سے یہ ثابت ہو کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا چاہیے، اس لئے کہ قبلۂ اوّل کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا اس کا حکم وحی سے تھا اور وہ وحی یقیناً اللہ کی طرف سے تھی، جس کو ہم حدیث سے تعبیر کرتے ہیں، چناں چہ جب قرآن کریم اُترا اور بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا تو قرآن نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اس سے پہلے جو حکم تھا وہ بھی اللہ کی طرف سے تھا، اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ یہ دین ہم تک وحی کے ذریعہ پہنچا ہے، خواہ وہ وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی شکل میں نازل ہوئی یا حدیث کی شکل میں۔

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کو اپنے قول وفعل اور عمل سے اُمت کے سامنے پیش کیا۔ آپ کے وہ پہلے شاگرد، وہ مقدس ہستیاں جنہوں نے آپ سے اس دین کو قرآن کی شکل میں، حدیث کی شکل میں اور حکمت کی شکل میں لیا ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ وہ معیار حق تھے، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل تھے، آپ کے شاگرد بھی کامل تھے، عموماً کامل اُستاذ کا شاگرد بھی کامل ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیارِ حق قرار دیتے ہوئے فرمایا:

”فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا“ (البقرۃ:۱۳۷)

دین اسلام کے اوّلین حاملین حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی تھے، جنہوں نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھ کر اور آپ کے قول وعمل کو دیکھ کر بعینہٖ اسی طرح پورا کا پورا بعد والوں تک پہنچادیا۔ اسی لئے ہمارے دین کے اندر سند ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے، چناں چہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ان الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء۔“

ترجمہ: ”بے شک سند بیان کرنا دین کا ایک حصہ ہے اور اگر سند بیان کرنے کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو شخص جو چاہتا وہ کہہ دیتا۔“

چناں چہ حضرات صحابہؓ نے دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تابعینؒ تک پہنچایا اور ان سے تبع تابعینؒ نے لیا، اس طرح ہر دور میں اللہ نے ایسے لوگ پیدا کئے جنہوں نے اس دین کو سیکھا، علمی اور عملی طور پر اس کی حفاظت کرتے ہوئے دوسروں تک پہنچادیا اور یوں دشمنوں سے اس کو محفوظ رکھا۔

دین بغیر استاد کے نہیں آتا، اس کی صحیح شکل بغیر استاد کے سامنے نہیں آسکتی، چناں چہ قرآن کریم میں ہے:

”کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ۔“ (البقرۃ:۱۸۷)

ترجمہ: ”کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔“

یہ آیت سن کر ایک صحابیؓ نے اس کا ظاہری معنی سمجھا اور اس پر عمل کرتے ہوئے سفید اور کالا دھاگہ لے کر تکیے کے نیچے رکھ دیا، چناں چہ سحری کے وقت اس کو بار بار دیکھنے لگے، جب ان کو الگ الگ نظر آنے لگے تو انہوں نے روزہ بند کردیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسئلہ آیا تو آپ نے ہنس کر فرمایا:

”ان وسادتک لعریض۔“ (صحیح مسلم ۱/۳۴۹، باب بیان ان الدخول بالصوم یحصل بطلوع الفجر، ایچ ایم سعید)

یعنی تیرا تکیہ بہت وسیع ہے (کہ اس میں پورا افق سما گیا)۔

مقصد یہ ہے کہ انہیں غلط فہمی ہوگئی تھی، کیوں کہ سفید دھاگہ سے مراد فجر کی سفیدی ہے اور کالے دھاگہ سے مراد رات کی سیاہی ہے۔ اُن صحابیؓ نے صرف عربی

زبان پر اکتفا کرتے ہوئے یہ مطلب سمجھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسئلہ سمجھا دیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا، جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ۔'' (الانعام:۸۲)

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کو انہوں نے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا...''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوگئے کہ: ''من اینا لا یظلم؟'' یعنی ہم میں سے کون ہے جس نے کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی؟ اس کا معنی یہ ہے کہ نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، جیسا کہ دوسری جگہ آتا ہے:

''اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔'' (لقمان:۱۳)

یعنی ایمان کے بعد شرک نہیں کیا تو ان کے لئے کامیابی ہے۔

پوری حدیث اس طرح ہے:

''لما نزلت ھذہ الآیة (الذین امنوا ولم یلبسوا) ایمانھم بظلم، شق ذلک علی اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقالوا اینا لایظلم نفسه؟ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لیس کما تظنون، انما ھو کما قال لقمان لابنه: یا بنی لاتشرک باللّٰہ ان الشرک لظلم عظیم۔''

(مسند احمد، ج:۷، ص:۲۷، مؤسسۃ الرسالۃ)

یعنی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم تو وحی کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا، مگر اس کا صحیح مفہوم جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے صحابہؓ کے سامنے پیش فرمایا، پھر انہوں نے دوسروں کو پیش کیا جو منتقل ہوتے ہوتے پندرھویں صدی تک پہنچا۔ اس لئے دین میں سند کا ایک مقام ہے۔ اگر صرف مطالعہ پر اکتفا کیا جائے تو اس سے اصل دین کے بجائے گم راہی پھیلے گی۔

ہر چیز کا ایک مفہوم ہوتا ہے اور ایک اس کی اصطلاح ہوتی ہے، اور اس چیز کو اصطلاح والے ہی صحیح سمجھتے ہیں، مثلاً میڈیکل کا کورس جتنا میڈیکل کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے اگر گھر میں بیٹھ کر مطالعہ کیا جائے، مطالعہ کرنے والا چاہے اچھے سے اچھا انگریزی داں ہی کیوں نہ ہو اور ساری میڈیکل کی کتابیں موجود ہوں، دنیا کا کوئی ڈاکٹر اور کوئی عقل مند ایسے شخص کو ڈاکٹر نہیں کہہ سکتا اور اس پر اس سلسلہ میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ اس نے صرف اپنی انگریزیت کی بنا پر اس کا مطالعہ کیا ہے، جب تک کسی میڈیکل کالج میں داخلہ نہ لے اور وہاں موجود پروفیسروں سے اس کو نہ پڑھے اور عملی تجربہ نہ کرے، وہ ایک پیسہ کا ڈاکٹر نہیں ہے۔ بعینہٖ یہی بات ایمان اور اسلامی تعلیمات میں موجود ہے کہ جو شخص اسلام اور احکامِ اسلام کے صرف مطالعہ پر اکتفا کرتا ہے، اس کا علم قابل اعتماد نہیں ہے۔

ایک زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مدینہ یونیورسٹی پہنچایا تھا، وہاں ہم پڑھتے تھے، وہاں ایک شیخ جو ہمیں اُصولِ حدیث پڑھاتے تھے وہ مطالعہ کے عالم تھے، ان کے علمی سلسلہ کی کوئی سند نہیں تھی۔ چھٹیوں میں علمی پکنک ہوتی تھی، باہر جاتے تھے اور اس میں علمی مناقشے ہوتے تھے، ہمارے یہی شیخ کہتے تھے کہ فجر کی نماز کے لئے ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' مت کہو! اس پر ہم نے کہا: آخر کیوں؟ کیا نیا دین آیا ہے؟ کیا جدید مذہب آیا ہے؟ تو بتلایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اجعلها فی اذان الاوّل'' اس کلمے کو پہلی اذان میں بڑھا دو اور پہلی اذان سحری کی ہوتی ہے، لہٰذا یہ کلمات سحری کی اذان میں بڑھائے جائیں گے مگر اذانِ فجر میں نہیں۔ اُن کو یہ دھوکہ اس لئے لگا کہ وہ حدیث کے طالب علم نہیں رہے تھے، انہوں نے حدیث استاذ سے نہیں پڑھی تھی، ورنہ ایک ادنیٰ حدیث کا طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ اذانِ اول اور اذانِ ثانی یہ حدیث کی اصطلاح ہے کہ نماز سے پہلے اقامت (قد قامت الصلوٰۃ) یہ بھی اذان ہے، حدیث کی اصطلاح میں اس کو اذانِ ثانی کہا جاتا ہے اور جو اذان پہلے دی جاتی ہے، اس کو اذانِ اول کہا جاتا ہے۔ تو بتائیے کہ ایک حدیث پڑھانے والا استاذ جس نے خود کسی مستند عالم سے حدیث نہیں پڑھی وہ اس کو غلط سمجھ رہا ہے، تو آج کل جو نئے نئے مفکرین پیدا ہو رہے ہیں ان کے قدم نہیں ڈگمگائیں گے اور وہ غلطیاں نہیں کریں گے؟

اس لئے کہ انہوں نے علم سند سے حاصل نہیں کیا۔ جب دنیا کے فنون میں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ کوئی شخص بغیر میڈیکل کالج میں پڑھے ڈاکٹر نہیں بن سکتا تو کوئی آدمی بغیر کسی عالم سے پڑھے کیسے عالم ہو جائے گا؟ یہ کھیل نہیں ہے کہ چند ترجمے پڑھ لئے اور علماء کی صفوں میں جا کھڑے ہوئے۔

مشہور ہے کہ ایک امام صاحب جنہوں نے کسی مستند استاذ سے کچھ حاصل نہ کیا تھا، البتہ چند آیتیں یاد کرلی تھیں، وہ نماز کے دوران ہلتے رہتے تھے۔ مقتدیوں نے پوچھا: امام صاحب آپ تو نماز میں بہت ہلتے رہا کرتے ہیں؟ کہنے لگے کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

"من ام قوما فلیخفف" جو آدمی کسی قوم کا امام ہو اس کو چاہئے کہ نماز ہلکی پڑھائے، لمبی لمبی نہ پڑھائے۔ اُس دور میں اردو والے چھوٹی یا کو بڑی یا سے لکھتے تھے، تو وہ صاحب ترجمہ کرنے لگے کہ جو امام ہو کسی قوم کا تو بل کے نماز پڑھائے۔

یہ ہے ترجموں سے علم حاصل کرنے کا نتیجہ! اس طرح کی غلطیاں ہوتی ہیں۔ یہ دین ہمارا اسی طرح سے ہم تک نہیں پہنچا بلکہ ہر دور میں اللہ رب العزت نے علماء حقانی پیدا کئے جنہوں نے سند کے ساتھ اس کی حفاظت کی، اپنے شاگرد بنائے، اسی کی کڑی یہ پاک و ہند اور دوسرے ممالک کے علماء حق ہیں، یہ وہی کڑی چلی آرہی ہے، اساتذہ اور محدثین سے چلتے چلتے یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

چناں چہ دینی مدارس ہمیشہ سے دین کے قلعے اور اسلامی اقدار و روایات کے تحفظ کی چھاؤنیاں رہی ہیں، ان میں رجال کار پیدا ہوتے ہیں جو دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب کوئی ملحد اُٹھتا ہے، کوئی زندیق اُٹھتا ہے جو دین کے اندر ایک نئی چیز پیدا کرتا ہے تو چاروں طرف سے آوازیں آتی ہیں کہ یہ غلط ہے، یہ اسلام کے خلاف ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس لئے کہ اللہ نے علماء کو محافظ بنایا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسا کہ ہمارے ملک کی حدود میں کوئی دشمن آجائے تو ہماری فوج حرکت میں آجاتی ہے، اس لئے کہ ان کا کام ہی ملک کی حدود کی حفاظت کرنا ہے، اسی طرح ہمارے علماء وہ رجال کار اور فوجی ہیں جو دینی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔

یاد رکھئے! جب تک علماء کا وجود ہے، ہمارا دین بھی محفوظ ہے، خدانخواستہ علماء کا ختم ہوجانا ایسا ہی ہے جیسے کسی ملک میں فوج ختم ہوجائے، جب دشمن چاہے گا ملک پر حملہ کرکے قبضہ کرسکتا ہے اور اسی سلسلہ کی کڑی "جامعۃ العلوم الاسلامیہ" ایک چھوٹی سی چھاؤنی ہے۔ یہ چھوٹا سا قلعہ ہے جس کی ابتداء ہمارے شیخ و مربی اور اُستاذ محترم محدث العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے کی جو جامعہ ہی کے ایک کونے میں آرام فرما ہیں، انہوں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے دس فضلاء سے کام شروع کیا۔

میں مخلص مسلمانوں سے کہوں گا کہ دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان دینی قلعوں کی حفاظت فرمائیں۔ اس لئے کہ پڑھنے پڑھانے والوں کو جو اجر ملتا ہے وہی اجر ان کی حمایت کرنے والوں کو بھی ملتا ہے۔ دین کی اشاعت میں جو بھی جس درجے میں بھی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا پورا اجر دیتے ہیں، ہم بھی ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ الغرض:

اولائک آبائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

آج ہم اگر ان اداروں سے کٹ جائیں تو ہمیں کون سکھائے گا کہ ماں، بہن، بیٹی سب محارم ہیں؟ انہی دینی مدارس کے علماء نے سکھایا کہ کس سے نکاح ہوسکتا ہے اور کیسے ہوسکتا ہے اور تم اللہ کے نام پر دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرو گے تب تم خاوند و بیوی بنو گے اور تمہاری اولاد کا سلسلہ شروع ہوگا اور حلال و حرام چیزوں کا علم آئے گا۔

اس لئے دینی علم وہی قابل اعتماد ہے جو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سند متصل کے ساتھ پہنچا ہے۔ اگر ہم اپنے مطالعہ سے دین کی نئی نئی تعبیرات کریں گے تو یہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اس لئے اگر ہر فتنہ کی سرکوبی اور دین کی حفاظت مطلوب ہے تو اُن اداروں کو مضبوط کیجئے جہاں یہ انبیاء علیہم السلام کے جانشین اور دین کی حفاظت اور اس کا دفاع کرنے والے رجال کار پیدا ہوتے ہیں۔

بہرحال یہ دینی ادارے اور یہ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا ہے اور جب تک اللہ کو منظور ہوگا یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔

☆☆............☆☆

ایک روزہ تربیتی تحفظ ختم نبوت کورس، قصور

قصور.... (مولانا عبدالرزاق شجاع آبادی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک روزہ تربیتی تحفظ ختم نبوت کورس جامعہ رحیمیہ ترتیل القرآن بھرپورہ میں منعقد ہوا۔ حافظ محمد عمر کی تلاوت اور نعت رسول مقبول سے کورس کی ابتدا ہوئی۔ طلبا اور اساتذہ نے کورس کو بھرپور کامیاب کیا۔ مستورات تقریباً ایک نشست میں سینکڑوں کی تعداد میں شریک ہوئیں اور انہیں سندات وانعامات سے نوازا گیا۔ پہلا بیان مبلغ ختم نبوت ضلع قصور عبدالرزاق شجاع آبادی کا مدلل ہوا، دوسرا بیان لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئیاں بیان کیں، کورس کا اختتامی بیان تفصیلی شاہین ختم نبوت فاتح قادیانیت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا ہوا۔ مہمانوں کو میاں محمد معصوم انصاری وصول کرتے رہے۔ میزبانی کا شرف قاری مشتاق احمد رحیمی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قصور نے حاصل کیا۔ پیر طریقت سیّد رضوان نفیس شاہ صاحب نے خصوصی دعاؤں سے مستفید کیا۔ بعدازاں مہمان حضرات جامعہ عبداللہ بن عباسؓ میں مولانا سید زبیر شاہ ہمدانی کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ مولانا سید طیب شاہ ہمدانی نور اللہ مرقدہ کے مرقد پر ایصال ثواب کیا۔

ممتاز قادریؒ کی شہادت اور

ہماری مروجہ دانش کا المیہ

مولانا زاہد الراشدی

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تھا کہ: ’’بیننا و بین اھل البدع الجنائز‘‘ کہ ہمارے اور باطل پرستوں کے درمیان فیصلہ جنازوں پر ہوتا ہے۔ جبکہ خود ان کے جنازے میں لاکھوں افراد کی شرکت نے فیصلہ کر دیا تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور ان پر کوڑے برسانے والوں میں سے کون حق پر تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ پر کوڑے برسانے والے بھی مسلمان ہی کہلاتے تھے اور امام موصوف کو باغی اور واجب التعزیر قرار دینے پر دلائل رکھتے تھے، مگر امت مسلمہ نے نہ صرف اس وقت ان دلائل کو مسترد کر دیا تھا بلکہ آج تک ان خود ساختہ دلائل کو کوڑے دان سے نکال کر امت کے سامنے لانے کا کسی کو حوصلہ نہیں ہوا۔

غازی ممتاز قادری شہیدؒ کو پھانسی دینے پر بھی دلائل کی لائن لگی ہوئی ہے اور بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں، لیکن اسلامیان پاکستان نے غازیؒ کے جنازے کو راولپنڈی، اسلام آباد کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ بنا کر ان ساری توجیہات کو ہوا میں اڑا دیا ہے اور بتایا ہے کہ شرعی و قانونی دلائل و توجیہات اپنی جگہ مگر سول سوسائٹی اور رائے عامہ اسے شہید ہی سمجھتی ہے اور اسے خراج عقیدت پیش کرنے پر متفق و مجتمع ہے۔ البتہ مروجہ دانش کی اس چابکدستی کی داد دینا پڑتی ہے کہ اسے پینترے بدلنے میں خوب مہارت حاصل ہے، کیونکہ جب کسی مسئلہ پر شرعی تقاضوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو مروجہ دانش کی زبان و قلم پر سماجی ضروریات اور سوسائٹی کے رجحانات کی دہائی شروع ہو جاتی ہے اور اگر سماجی تقاضے اور سوسائٹی کے رجحانات ان اہل دانش کے ایجنڈے کی پیش رفت میں رکاوٹ بنتے ہیں تو انہیں قانونی موشگافیاں یاد آنے لگتی ہیں اور وہ شرعی و فقہی فروعات و جزئیات کا سہارا لینے میں بھی کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے۔

ریمنڈ ڈیوس کے کیس میں یہی ہوا تھا، اس نے پاکستان میں آ کر کیا کیا گل کھلائے تھے، وہ کن لابیوں کے ساتھ کون سے مقاصد کے لئے سرگرم عمل تھا اور پاکستانی عوام کے جذبات و احساسات اس کے بارے میں کیا تھے؟ ہمارے ان دانشوروں کو یہ سب باتیں بھول گئی تھیں اور صرف یہ یاد رہ گیا تھا کہ اسلامی شریعت میں دیت کا بھی ایک قانون موجود ہے جس کا سہارا لے کر ریمنڈ ڈیوس کو نہ صرف قانون و شریعت کی زد میں آنے سے بچایا جا سکتا ہے بلکہ اس کے عزائم و جرائم پر پردہ بھی ڈالا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شریعت کے ایک قانون کی آڑ لے کر سول سوسائٹی کے جذبات و احساسات کا خون کر دیا گیا، مگر ریمنڈ ڈیوس کو پھانسی سے بچانے والے آج غازی ممتاز قادریؒ کو پھانسی پر چڑھانے کے جواز میں قانون کی عملداری کی دہائی دینے میں مصروف ہیں۔ انہیں صرف یہ دکھائی دے رہا ہے کہ غازی ممتاز قادریؒ نے سلمان تاثیر کو قتل کرنے کے لئے قانون کو ہاتھ میں لیا تھا۔ یہ بات ان کے ذہن سے محو ہو گئی ہے کہ سلمان تاثیر نے جس دستور کی پاسداری کا حلف اٹھا کر گورنر کا منصب سنبھالا تھا، اسی دستور کے تحت ایک جمہوری قانون کو ’’کالا قانون‘‘ قرار دے کر اپنے حلف کا کیا حشر کیا تھا اور عدالت سے سزا یافتہ ایک مجرمہ کے پاس جیل میں جا کر بلکہ وہاں پریس کانفرنس کر کے عدالتی فیصلوں کا کس طرح مذاق اڑایا تھا اور قانون کی بالادستی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

خدا خوش رکھے پاکستان کے زندہ دل مسلمانوں کو کہ انہوں نے سلمان تاثیر کے جنازے اور غازی ممتاز قادریؒ کے جنازے کی صورت میں اپنا یہ فیصلہ تاریخ میں رقم کر دیا ہے کہ ان میں قانون کو ہاتھ میں لینے والا کون تھا اور کس نے دستور و قانون کی روح کے تحفظ کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہے! ہماری مروجہ دانش کو صرف اپنے ایجنڈے کی فکر ہے، جو خود اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ اس کا ریموٹ کنٹرول کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور یہ ریموٹ کنٹرول بھی اب ریموٹ نہیں رہا بلکہ ساری دنیا کو دکھائی دے رہا ہے کہ کون کس کو کنٹرول کر رہا ہے اور کون کس کے ایجنڈے پر چل رہا ہے۔ اس دانش کو نہ دستور کی نظریاتی اساس سے کوئی دلچسپی ہے، نہ شریعت کے تقاضوں کی کوئی پروا ہے اور نہ ہی سول سوسائٹی کے احساسات و جذبات اور رائے عامہ کا کوئی لحاظ ہے۔ اسے صرف اپنے ایجنڈے سے غرض ہے اور اس کے لئے مروجہ دانش اکثر اوقات جنگل کا شیر بن جاتی ہے کہ حسب موقع جی چاہے تو بچے دے اور جی چاہے تو انڈے دینا شروع کر دے۔ یہ دانش

ایک جانب اسلامی ممالک میں سزائے موت کے قانون کے خاتمے کی بات کرتی ہے اور دوسری جانب اسلام کا نام لینے والوں کو پھانسیاں دینے پر بغلیں بھی بجاتی پھرتی ہے۔

غازی ممتاز قادریؒ کو ملک بھر کی رائے عامہ اور سول سوسائٹی خراج عقیدت پیش کررہی ہے جس کی سب سے بڑی دلیل میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر وہ خفیہ کنٹرول ہے کہ اس کی کوئی خبر منظر عام پر نہ آنے پائے۔ چنانچہ جب لاکھوں کے اجتماعات میں شرکت کرنے والے لوگ رات کو ٹی وی چینلز اور صبح کو اخبارات دیکھتے ہیں تو انہیں اندازہ ہوجاتا ہے کہ اظہار رائے کا حق اور میڈیا کی آزادی ان کے لئے نہیں ہے، اور نہ ہی انہیں اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے ضمیر کی بات کہہ سکیں اور پھر یہ توقع بھی رکھیں کہ ان کی آواز ''آزاد میڈیا'' کے اس دور میں ان کے دوسرے ہم وطنوں تک پہنچنی چاہئے۔

غازی ممتاز قادریؒ کے ساتھ میری عقیدت کا ایک پہلو اور بھی ہے کہ جب عالمی قوتیں پاکستان میں ''صوفی اسلام'' اور ''مولوی اسلام'' کا فرق کھڑا کرکے بریلوی، دیوبندی کشمکش کو ہوا دینے کی پلاننگ کررہی تھیں، اس کی بریفنگ ''رینڈ کارپوریشن'' کی تجزیاتی رپورٹ کی روشنی میں ''پینٹا گون'' میں دی جارہی تھی، اور یہ کہا جارہا تھا کہ دینی حوالہ سے مزاحمت اور جذباتیت کا ماحول صرف دیوبندیوں کے ہاں پایا جاتا ہے، اس لئے ''صوفی اسلام'' کے ذریعہ انہیں کارنر کردیا جائے، اس فضا میں ممتاز قادریؒ نے قلندرانہ جرأت کا مظاہرہ کرکے دنیا کو باور کرایا کہ دینی حمیت اور مزاحمت کے جذبہ میں بریلوی بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور دینی حمیت و غیرت کو دیوبندیوں، بریلویوں میں تقسیم کرنا کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ یہ منصوبہ فلاپ ہوگیا تھا اور اس کا ڈراپ سین اسلام آباد کے امریکی سفارت خانہ کی طرف سے کچھ لوگوں کے ساتھ چند ہزار ڈالروں کے لین دین کی بات کے اچانک انکشاف کی صورت میں سامنے آیا تھا۔

غازی ممتاز قادریؒ کی شہادت اور اس کے تاریخ ساز جنازے نے ''صوفی اسلام'' اور ''مولوی اسلام'' میں فرق کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھوک دیا ہے اور وہ امت کی وحدت کی علامت بن کر دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین! (روزنامہ اسلام کراچی، ۴مارچ ۲۰۱۶ء)

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

رحمت یزداں شہِ کون و مکان فخر جہاں
خضر منزل عظمت آدم مسیحائے فرماں
باعث تخلیق دو عالَم امام الانبیاء
زینت بزم جہاں اے خاتم پیغمبراں
(ظفر جنگپوری قاسمی)

امام الانبیاء تم ہو، شہِ ہر دوسرا تم ہو
تمہی ختم رُسل ہو اور محبوب خدا تم ہو
تمہارے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے گا
خدا کا آخری پیغام ختم الانبیاء تم ہو
(ظفر جنگپوری قاسمی)

ہیں وہ ختم رُسل سرور انبیاء
حق کے محبوب تر ہیں ہمارے نبیؐ
ان سے کونین میں کوئی افضل نہیں
یعنی خیرالبشر ہیں ہمارے نبیؐ
(ظفر جنگپوری قاسمی)

یہ تجھ کو بخشا ہے حق نے رتبہ کہ رحمت عالمین تو ہے
ترے سوا انبیاء ہیں کوئی بھی خاتم المرسلیں نہیں ہے
یہی ہے ایماں کی شرط اول نبیؐ کی الفت سب سے افضل
نہیں ہے مومن کبھی وہ ہرگز کہ جس کا تجھ پر یقیں نہیں ہے
(ظفر جنگپوری قاسمی)

ثانی کوئی دنیا میں محمدؐ کا نہیں ہے
یہ دل کا عقیدہ ہے، یہ آنکھوں کا یقیں ہے
وہ ختم رُسل، شاہِ امم، سرور دیں ہے
یہ شان کسی اور پیمبر کی نہیں ہے
(ظفر جنگپوری قاسمی)

عذابِ الٰہی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ خیرالمدارس ملتان)

قوموں کے باغی اور نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قوموں پر جو عذاب بھیجتے ہیں اس کی چند اقسام کو بیان کیا جاتا ہے:

۱:...عذابِ استیصال:

ایسا عذاب جو قوموں کو جڑ سے اکھیڑ دے، جیسا کہ قوم نوح علیہ السلام پانی کے ذریعہ سے ساری کی ساری غرق کی گئی۔ قوم عاد علیہ السلام ہوا کے ذریعہ سے ساری کی ساری ختم کی گئی۔ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص گہرے گڑھے میں داخل ہو کر پناہ پکڑتا تو بگولہ اس میں داخل ہو کر اس کو باہر پھینک دیتا تھا۔ صالح علیہ السلام کی قوم پر زلزلہ کا عذاب آیا جس کے سبب سے سب تباہ ہوگئے۔ اہل مدین ایک چیخ کے ذریعہ سے ہلاک کئے گئے۔ قوم لوط علیہ السلام کی زمین کا ہی تختہ الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کی گئی۔ جن مختلف جرائم کی وجہ سے یہ قومیں تباہ کی گئیں وہ سب جرائم اس امت میں بدرجہ اتم موجود ہیں، لیکن اس امت پر ساری کی ساری قوم کو تباہ کرنے والا عذاب نہیں آئے گا اور اس کا سبب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی: ''اے اللہ! میری ساری امت کو تباہ نہ کرنا۔'' اس لئے اس امت پر ساری امت کو جڑ سے اکھیڑ دینے والا عذاب نہیں آئے گا۔ ایک دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہ امت آخری امت ہے، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تا قیامت باقی رہے گی اسی طرح یہ امت بھی تا قیامت باقی رہے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں ایک گروہ ایسا ہوگا جو تا قیامت حق پر رہے گا اور حق کہتا رہے گا۔'' لہٰذا اس امت پر تنبیہ کے لئے جزوی طور پر عذاب آتے رہیں گے۔

۲:...عذابِ عام:

یعنی ایسا عذاب جو صرف مجرموں کے ساتھ خاص نہیں ہوتا بلکہ مجرم غیر مجرم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: ''اس عذاب سے بچو جو خاص مجرموں کو نہیں پہنچتا۔'' یہ عذاب خاص خاص گناہوں پر آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ عذاب پانچ جرموں کی وجہ سے آتے ہیں۔''

(۱) بدعہدی:

کسی قوم کا عہد کر کے اس عہد کو پورا نہ کرنا جیسا کہ ہمارے سیاست دان حضرات بڑے بڑے دعوے کر کے اقتدار میں آتے ہیں اور پھر اپنے عہد کو توڑتے ہیں۔ پاکستان اسلام نافذ کرنے کا وعدہ کر کے لیا گیا، ستر سال ہونے والے ہیں لیکن کسی حکومت نے اس عہد کو پورا نہیں کیا۔

بدعہدی پر نازل ہونے والا عذاب:

دشمن کا رعب اور اس کا تسلط، اسی طرح قتل کی کثرت۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلے نہ کرنا:

اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلے نہ کرنے پر نازل ہونے والا عذاب: قوموں پر فقر اور محتاجی مسلط کر دی جاتی ہے۔

(۳) فاحشہ، زنا کا ظہور:

عورتوں کو اغوا کر کے عصمت دری کرنا، بعض جگہ اجتماعی طور پر عورت کو ظلم کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

فاحشہ، زنا کے ظہور پر نازل ہونے والا عذاب: اموات کی کثرت، دہشت گردی، زلزلے، ٹریفک حادثات۔ اس سب موقعوں پر کثرت سے اموات واقع ہوتی ہیں۔

(۴) ناپ تول میں کمی:

اپنا حق پورا لینا اور دوسرے کو پورا حق نہ دینا۔ اسی طرح ملازم کا تنخواہ پوری لینا اور کام پورا نہ کرنا۔

ناپ تول میں کمی پر نازل ہونے والا عذاب: فصلوں کی پیداوار میں کمی ہو جاتی ہے، جس سے قحط کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

(۵) زکوٰۃ نہ دینا:

زکوٰۃ نہ دینے پر نازل ہونے والا عذاب:... بارشوں کی کمی۔

اس کے علاوہ بھی کچھ جرائم ہیں جن سے عذاب آتے ہیں، مثلاً سود خوری سے بزدلی مسلط ہو جاتی ہے اور سود میں ملوث شخص سے اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہے اور اللہ رب العزت جس سے اعلان جنگ کرتے ہیں سب سے پہلے سزا کے طور پر اس سے ایمان کو سلب کر لیتے ہیں، اس کے بعد مال اور جان پر وبال ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جو قوم دعوت و تبلیغ چھوڑ دے ان پر مختلف قسم کے عذاب آتے ہیں۔ سیلاب، زلزلہ، کسی جگہ آگ کا لگ جانا، جہاز وغیرہ گر کر تباہ ہو جانا، کسی بازار کا زمین میں دھنس جانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال یہ بیان فرمائی ہے کہ جہاز کے نچلے

درجہ کے لوگ سوراخ کرنے لگیں اور اوپر والے نہ روکیں تو سارے کے سارے ڈوب جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جماعت بیت اللہ کو گرانے کے ارادہ سے بس بازار سے گزر رہی تھی، اس سارے بازار کو دھنسا دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ اس بازار میں نیک لوگ بھی تھے تو فرمایا کہ قیامت کے دن اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ حکومت وقت مدارس پر چھاپے مار کر بے گناہ علماء وطلبا کو گرفتار کر کے ان کی تذلیل کر رہی ہے، یہ بھی اللہ کے عذاب اور اس کے اعلان جنگ کو دعوت دینا ہے۔

۳:... عذاب خاصہ:

جو شخص جرم کرتا ہے اس کی سزا کے طور پر اس کو کوئی مصیبت یا بیماری یا پریشانی آجاتی ہے جس سے اس کا جرم ختم کر دیا جاتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ اگر کسی کو کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے بھی انسان کے مصائب کفارۂ سیئات ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی سیئات نہ ہوں تو ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں۔

سوال: کیا جن لوگوں پر عذاب آتا ہے وہ زیادہ گناہگار ہیں اور جن پر عذاب نہیں آتا وہ زیادہ نیک ہیں؟

جواب: اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ جرائم کے لحاظ سے تو پورا ملک ہی قابل عذاب ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے عمومی عذاب نہیں آتا، تنبیہ کے لئے کبھی کہیں اور کبھی کہیں مختلف عذاب آتے رہتے ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ساری قوم توبہ اور استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگے تو یہ عذاب رحمت بن جائے ورنہ اپنے اپنے گناہوں کے سبب آخرت کے سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

☆☆......☆☆

خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا باوفا صدیق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے مایہ ناز اور باوفا شاگرد، جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث، یادگار اسلاف، اسوۃ الصلحاء، استاذ العلماء، حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ ۹۰ سال کی عمر پا کر ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۸ رفروری بروز جمعرات صبح تقریباً ساڑھے آٹھ بجے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمّٰی۔

مولانا محمد صدیق ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے چک ۳۵۱ گ۔ب میں الحاج نبی بخش کے ہاں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ مڈل تک عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کے لئے جالندھر میں قائم جامعہ خیر المدارس میں داخلہ لیا، تین سال تک وہاں تعلیم حاصل کی، تقسیم ملک کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان دورہ حدیث تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری نمایاں ہیں۔ دورہ حدیث کی فراغت کے بعد اپنے آپ کو استاذ کے سپرد کر دیا اور تاحیات وہ جامعہ خیر المدارس ملتان میں ہی عہد وفا کو نبھاتے رہے۔ آپؒ اپنے اکابر واسلاف کی جملہ حسین ودرخشاں روایات کے امین، علمائے دیوبند کی فکر ومنہج کی سچی تصویر اور تقویٰ وپرہیزگاری کا نمونہ تھے، جس بات کو حق سمجھتے اس پر نہ صرف یہ کہ ڈٹ جاتے، بلکہ اس کا برملا اظہار بھی فرماتے۔

آپ نے تقریباً ۷۰ سال جامعہ خیر المدارس ملتان میں رہ کر علوم نبویہ کی اشاعت وترویج اور درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ چالیس سال تک قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب صحیح البخاری کا درس دیا۔

درس وتدریس کے علاوہ فتنوں کا بھی آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، خصوصاً رد قادیانیت پر آپ نے خوب خدمات انجام دیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ومفکر حضرت مولانا محمد علی جالندھری نور اللہ مرقدہ نے آپ کو شرف دامادی بخشا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اولاد سے نوازا، ۶ بیٹے اور تین بیٹیاں جو کہ سب کے سب حافظ قرآن اور تین عالم دین ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے حضرت مولانا محمد صدیقؒ کے قلم سے نکلے ہوئے عمدہ مضامین ماہنامہ "الخیر" ملتان اور ماہنامہ "صدائے فاروقیہ" شجاع آباد میں چھپتے رہے، خصوصاً قائد اعظم کی تقاریر کو انہوں نے یکجا کیا اور اس کے حوالہ سے آج کے صاحبان اقتدار کو آئینہ دکھاتے رہے اور فرماتے کہ پاکستان مسجد کی طرح مقدس ہے، اس میں کسی قسم کا انتشار پھیلانا خود اپنے وجود کو عذاب دینے کے مترادف ہے۔ عشق کی حد تک اپنے ملک سے پیار کرتے تھے، مولانا اپنی درس بخاری کے افادات اور صحیح بخاری پر کام کر رہے تھے، جس کی گیارہ جلدیں مرتب ہو گئی ہیں اور باقی پر کام باقی ہے، اللہ کرے ان کے اخلاف اس صدقہ جاریہ کی تکمیل کر لیں۔ جمعرات کی رات تقریباً ساڑھے نو بجے آپ کی نماز جنازہ قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان اسٹیڈیم میں حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امامت میں ادا کی گئی۔ شرکائے جنازہ پورے ملک سے وہاں پہنچے۔ راقم الحروف نے بھی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کی نمائندگی کرتے ہوئے شرکت کی۔

ادارہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے اعزہ، اقرباء اور متعلقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے، ان کو خلد بریں کا مکین بنائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

عظیم باپ کی عظیم بیٹی!

حضرت بنوریؒ کی صاحبزادی اور مفتی احمد الرحمنؒ کی اہلیہ کی رحلت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف قدس سرہ کی صاحبزادی، امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن نور اللہ مرقدہ کی اہلیہ محترمہ، مولانا سید سلیمان یوسف بنوری زید مجدہم کی خواہر زادی، پیر جی صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمن رحمانی، صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ رحمانی، بھائی حافظ محمد اسامہ رحمانی، مولانا مفتی محمد حذیفہ رحمانی کی والدہ محترمہ ۱۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۱ فروری ۲۰۱۶ء اس دنیائے رنگ وبو کی چھیاسٹھ بہاریں دیکھ کر راہی عالم آخرت ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى۔

مرحومہ عابدہ، زاہدہ، قانعہ، صابرہ اور بہت زیادہ سخی طبیعت کی مالکہ تھیں۔ معمولات کی پابند، ذکر واذکار اور اوراد و وظائف کی خوگر تھیں۔ دلائل الخیرات بلاناغہ پڑھنے کا معمول تھا۔ مطالعہ بہت وسیع تھا، اللہ تعالیٰ نے خاندانی طور پر حافظہ بھی غضب کا دیا تھا جو چیز ایک مرتبہ پڑھ لیتیں، اسے بھولتی نہیں تھیں۔ جو پڑھا اس پر پورا پورا عمل کرنے کی خود بھی کوشش کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی احادیث کا حوالہ دے کر عمل کی طرف متوجہ کرتی رہتی تھیں۔

ان کی پیدائش انڈیا کے شہر ڈابھیل صوبہ گجرات میں ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں ہوئی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے ان کے کان میں اذان کہی، اور ان کی عمر میں برکت کی دعا کی اور ایک تعویذ بنا کر دیا جو تبرکاً زندگی بھر مرحومہ کے گلے میں رہا۔ آخری ایام میں وہ تعویذ اپنے بڑے صاحبزادہ محمد طلحہ رحمانی کو دے دیا جو ان کے پاس محفوظ ہے۔ بچپن ٹنڈو الہ یار اور کراچی میں گزرا، دینی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی تقریباً پندرہ سال کی عمر میں شادی ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ سے تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرحومہ کو سخاوت کا جذبہ وافر مقدار میں عطا فرمایا تھا۔ ہر سال کئی کئی قربانیاں کراتی تھیں، جو حضور ﷺ، بزرگان دین، شہید علمائے کرام کی طرف سے ہوتی تھیں، قربانی کا گوشت جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے طلبائے کرام اور قربانی کے جانور کی کھال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھجواتیں، تاکہ کل قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت حاصل ہو۔

جامعہ یوسفیہ بنوریہ بہادر آباد کے مدرسۃ البنات کو انہوں نے ہی سنبھالا تھا، اس کی نگرانی خود کرتیں اور اس خدمت کو ہمیشہ ثواب کی نیت سے اعزازی طور پر انجام دیا، کبھی کوئی مشاہرہ نذرانہ نہیں لیا۔ مدرسہ کی طالبات کے ساتھ خوب شفقت سے پیش آتیں، ان کے ساتھ مالی تعاون کرتیں، ان کی دعوتیں کرتیں، ان کو تحفہ تحائف اور کپڑے دیتیں۔ خاص طور پر ختم بخاری کے موقع پر چادریں اور دوپٹے خود اپنے ہاتھ سے پہناتیں۔

اپنے بچوں اور قریبی رشتہ داروں کے مختلف کاموں کی کامیابی کے لیے دعائیں کرتیں، حتیٰ کہ ان کی حاجت برآری کے لیے نذریں مانتیں، نوافل اور مالی صدقہ کی نذر مانتیں اور یاد بھی رکھتی تھیں کہ کس کی نذر پوری ہوئی، کس کی باقی ہے؟

مسلکی اعتبار سے بہت پختہ ذہن رکھتی تھیں، عزیز واقارب کو بھی اس کی ترغیب دیتیں، اور برابر ان کی ذہن سازی کرتی رہتی تھیں۔

کتابوں سے بہت محبت تھی، ان کی حفاظت ونگہداشت کا خاص اہتمام تھا، کوئی اگر کتاب لے جاتا تو بہت ناراض ہوتیں۔ تسبیحات وغیرہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ دلائل الخیرات اور ذکر واذکار کی کتابوں کو خاص طور پر سنبھال کر رکھتیں۔ لباس وپوشاک میں باذوق تھیں۔ مہمان نوازی اور غریبوں کی مدد کرنے پر بہت زیادہ خوش ہوتی تھیں، اپنے سید ہونے کو اپنے لیے اعزاز سمجھتیں اور کبھی جلال میں آکر کہتیں کہ ہم تو سادات ہیں، ہمیں تو شیر بھی نہیں کھاتا۔

نرم دلی اور ہمدردی

نرم طبیعت کی مالک تھیں، رحم دلی کی بنا پر رونا بہت آتا تھا۔ سریع الغضب سریع الفئے کا مصداق تھیں، انتہائی صاف دل تھیں، کوئی بات دل میں نہ رکھتیں، شکوے شکایتیں بھی صرف ظاہری اور وقتی ہوتی تھیں۔

اعزہ، اقرباء یا جاننے والوں میں سے جب کسی کی وفات کا سنتیں تو انتہائی رنج وغم اور افسوس کا اظہار کرتیں۔ جس گھر میں میت ہوتی وہاں خوب اہتمام سے جاتیں، میت کے اہل خانہ کی دلجوئی کے لیے کئی کئی دن ان کے ہاں رہتیں اور اس طرح غم کا اظہار کرتیں جیسے ان کا کوئی قریبی عزیز فوت ہوا ہو۔ جنازہ جاتے ہوئے دیکھ لیتیں تو اس کے لیے بھی افسردہ ہوجاتیں اور پھوٹ پھوٹ کر روتیں، اور اس کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کرتیں حتیٰ کہ اجنبیوں کے لیے بھی کئی بار قرآن کریم کے ختم کروائے۔

پوچھنے پر کہتیں کہ کیا معلوم اس میت کے ساتھ کیا گزرے گی، آخرت کی منزل کیسی ہوگی، ہمیں بھی ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ اخبار میں قتل وغارت گری پڑھ کر غمگین ہوتیں، اور اخبار میں جن مقتولین کا پڑھتیں ان کے لیے بھی ایصال ثواب کرتیں۔ شہر وملک کے امن کے لیے دعائیں کرتیں۔ علماء کے انتقال یا شہادت کی خبر سن کر تو انتہائی رنجیدہ ہوتیں اور پھوٹ پھوٹ کر روتیں۔

چند ہفتے قبل مولانا ہارون الرشید شیخ الحدیث جامعہ یوسفیہ بنوریہ کا انتقال ہوا، ان کی وفات کی خبر سن کر بہت رنجیدہ ہوئیں، کہا کہ کتنے بڑے عالم تھے، کتنا سال احادیث پڑھائیں اور اسی دن اپنے بیٹوں کو فون کرکے جنازے وغیرہ کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ ان کے لیے ایصال ثواب کرو، اور یہ سوچو کہ ہم پر بھی یہ وقت آنا ہے، موت کی سختی سے ہمارا بھی واسطہ پڑنا ہے۔

علماء کرام کا بے حد احترام کرتیں، ان سے دعاؤں کی درخواست کرواتیں، کوئی کسی عالم سے ملنے جاتا تو اس سے دعا کی درخواست کرتیں۔

یادداشت اور حافظہ قوی تھا۔ تمام رشتہ داروں کی تاریخ پیدائش اور دن تک یاد تھے۔ خاندان بنوریؒ کے احوال خوب ازبر تھے۔ خاندان کے افراد ان معاملات کی تحقیق وتصدیق کے لیے انہیں سے رجوع کرتے تھے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ سے والہانہ عشق تھا، چالیس سال تک اپنے والد (حضرت بنوری رحمہ اللہ) اور پچیس سال تک شوہر (مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ) کے لیے بلاناغہ روزانہ ایصال ثواب کرتیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتیں۔

صابرہ، شاکرہ اور حوصلہ مند خاتون تھیں، بیماری کی وجہ سے کبھی پریشان نہ ہوتیں۔ شوگر اور بلڈ پریشر کے عارضہ میں مبتلا تھیں، آخری عمر میں ہیپا ٹائٹس سی بھی لاحق ہوگیا تھا۔ ایک سال تک علیل رہیں۔ علاج جاری رہا مگر ہیپاٹائٹس سی کا مرض شدت اختیار کر گیا تھا۔

کچھ رقم رکھی ہوئی تھی، اسے کسی کو دینے کی وصیت کی، کچھ رقم کے بارے میں وصیت کی کہ یہ میرے فدیہ میں دے دینا۔ وفات کے وقت سب بیٹوں اور بیٹیوں کو فون کرکے بلایا، اور تقریباً سب سے ہی اس طرح کے جملے کہے کہ میں جا رہی ہوں۔

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲ر فروری ۲۰۱۶ء بروز پیر بعد نماز ظہر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں استاذ العلماء بقیۃ السلف حضرت اقدس مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ بہت بڑا جنازہ ہوا، مسجد اور جامعہ کے احاطہ حتیٰ کہ باہر کی گلیوں میں بھی نمازی موجود تھے۔ تدفین ڈالیا قبرستان میں ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائیں، ان کی زندگی کی حسنات کو قبول فرمائیں اور انہیں جنت الخلد کا مکین بنائیں۔ بینات کے باتوفیق قارئین سے ان کے لیے ایصال ثواب اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ ☆☆

مولانا ہارون الرشید ارشدؒ کی رحلت!

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۱ر فروری ۲۰۱۶ء بروز جمعرات، جامعہ یوسفیہ بنوریہ کے شیخ الحدیث، جامعۃ الراشدات کے بانی، جامع مسجد مکہ گرین ٹاؤن کراچی کے امام وخطیب، استاذ العلماء حضرت مولانا ہارون الرشید ارشد ۷۴ر سال کی عمر گزار کر عالم عقبیٰ کی طرف روانہ ہوگئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیء عندہ بأجل مسمی۔

حضرت مولانا ہارون الرشید ارشدؒ نے ساری زندگی گوشہ گمنامی میں گزار دی، انتہائی سادہ طبیعت، سادہ مزاج اور تکلف سے کوسوں دور تھے، زندگی بھر پڑھنا پڑھانا اپنا مقصد وحید بنائے رکھا، شہرت اور ناموری سے کوسوں دور تھے، بڑے اداروں اور جامعات میں بارہا آپ کو دعوت تدریس دی گئی لیکن آپ نے اس کو قبول نہ کیا۔

آپ کی پیدائش ۱۹۴۲ء میں کوچہ گاؤں، ڈاک خانہ باشتو لائی ضلع بگرام میں محمد طاہر اللہ خان مرحوم کے گھر میں ہوئی۔ والد بچپن میں فوت ہوگئے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے چچا حضرت مولانا سالار خانؒ سے حاصل کی، اس کے بعد دار العلوم کامل پور ضلع اٹک چلے گئے، وہاں درجہ خامسہ ممتاز نمبروں سے پاس کیا۔ درجہ عالیہ دار العلوم قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ میں پڑھا، دورۂ حدیث دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی سے کیا۔ میٹرک آزاد کشمیر بورڈ سے کیا۔ دینی تعلیم کی تحصیل سے فراغت کے بعد ۱۶ر سال تک جامعہ تعلیم الاسلام پلندری آزاد کشمیر میں تدریس کی، اور ۳۰ر سال تک جامعہ یوسفیہ بنوریہ میں پڑھایا اور اس کے ساتھ ساتھ ۱۵ر سال سے جامعہ خاتم النبیین للبنات ماڈل کالونی میں بھی صحیح بخاری کا درس دیا۔ عرصہ ۲۵ر سال سے جامع مسجد مکہ گرین ٹاؤن کراچی میں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

مولانا مرحوم ایک عرصے سے بیمار چلے آرہے تھے، "مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی" کے مصداق حضرت مولانا بالآخر جوار رحمت میں پہنچ گئے۔ آپ کی نماز جنازہ مکہ مسجد میں بعد نماز ظہر آپ کے بیٹے مولانا عرفان اللہ فاروقی نے پڑھائی، اس کے بعد بھینس کالونی قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

پسماندگان میں، بیوہ، ایک بیٹا، چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مولاناؒ کی خدمات کو قبول فرمائیں اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔

پاکستان کے دروازے پر

سیکولر و لبرل ازم کی دستک!

مولانا توصیف احمد، حیدرآباد سندھ

قلب پر کچھ گرانی سی ہے، دل بوجھل سا ہوا جا رہا ہے، بہت سی خبریں ذہن میں گردش کر رہی ہیں۔ ہر ایک اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسے اہمیت دی جائے، اس پر ورق گردانی کی جائے، اسے دل سے اتار کر زینت قرطاس بنایا جائے، تبلیغی جماعت پر پنجاب کے تعلیمی اداروں میں پابندی بھی ذہن پر بجلی بن کر گری، یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ تعلیمی معاملہ ہے، شاید ان کی کچھ مجبوریاں ہوں گی ورنہ پورے ملک بلکہ دنیا بھر میں شاید اکا دکا جگہ ان پر پابندی ہو۔ اس خیال سے ابھی نکلے نہ تھے کہ اکثریتی صوبے پنجاب کے نمائندہ ایوان میں ''مرد ممبران'' کی موجودگی میں ایک قانون پاس کیا گیا، بلکہ اچھے خاصے نمبروں کے ساتھ اس کی پذیرائی ہوئی، اس سے بڑھ کر اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ سیکولر لابی قانون کی منظوری کے بعد پھولے نہ سما رہی تھی، عورتوں اور خواتین کے حقوق کے لیے آواز اٹھا کر ان کے حلق خشک ہو گئے تھے۔ یوں بقول مولانا فضل الرحمان ''زن مریدوں'' کے مرکز سے محبت میں مبتلا اشخاص کے لیے قانون کی منظوری نے ان کے لیے اہم سنگ میل عبور کر لیا ہے، اب '' قانون '' سے سہمے افراد پنجاب سے ہجرت کر کے دوسرے صوبوں کا رخ کریں اور'' زن مرید'' پنجاب میں آشیانہ بنائیں، اور تو اور اب ہر عورت کی خواہش ہوگی کہ اس کا داماد جہاں اور بہت سی خوبیوں کا حامل ہو وہاں وہ پنجاب کی اقامت بھی رکھتا ہو تا کہ موجودہ بل کی منظوری کے بعد اس کی بیٹی بلا شرکت غیرے گھر کی مالکن ہو، اسے کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ اب تو اخبار ''میرج بیورو'' کے اشتہارات میں اس اشتہار کا اضافہ ہوگا: ''لڑکی عمر قریب بیس سال، قوم راجپوت، کنواری، تعلیم ایم ایس سی کو ان پڑھ پنجاب سے تعلق رکھنے والے ایسے شریف لڑکے کا رشتہ درکار ہے جو دو دن تک اپنے ہاتھ پر ''مانیٹرنگ کڑا'' پہن کر گھر سے باہر رہ سکتا ہو، ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ میرج بیورو اور دوسرے صوبوں سے تعلق رکھنے والے افراد سے پیشگی معذرت۔'' ہے نا عجیب سی بات! لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے ''سائیڈ ایفیکٹس'' بھی آنے شروع ہوں گے۔ جو عورت دو دن تک مرد کو گھر سے باہر رکھے گی اس کا اگلا ٹھکانہ کدھر ہوگا؟ خاندانی نظام تباہ ہوگا، طلاق کی شرح میں اضافہ ہوگا۔ قانون ساز اس بارے میں بھی قانون سازی کریں، پنچائیت اور جرگے کے فیصلوں کو نظر انداز کر کے عورت کو مادر پدر آزاد بنایا جا رہا ہے جو کسی بھی طرح مشرقی روایات کا متحمل نہیں۔

مرد و زن میں توازن کا نعرہ کئی عشروں پر محیط ہے، اب بات توازن سے نکل کر تقابل کی حد تک آ گئی ہے، مرد و زن میں اسلامی اور فطری فرق جو قدرت نے رکھا ہم سے وہ برداشت نہ ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''مرد عورتوں کے نگران ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔''
(سورۃ النساء: ۳۴)

چادر اور چار دیواری کے تقدس کو ملحوظ رکھا جائے، عورتیں گھر کی زینت ہیں وہ اونچی بات بلکہ نرم بات بھی نہ کریں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''اے عورتو! اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی زینت نہ دکھاتی پھرو۔'' (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

ہم نے صنف نازک کو نہ صرف گھر سے نکالا بلکہ اسے مرد کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا۔ اصل بات یہ نہیں کہ جیت سیکولر کی ہوئی یا مذہبی طبقات کی؟ کون جیتا کون ہارا؟ بات یہ ہے کہ پوری دنیا میں اسلامی خاندانی نظام صحیح طور پر چل رہا ہے، مسلمانوں کا حسب و نسب محفوظ ہے، یہاں رشتوں کا احترام موجود ہے، چھوٹے بڑے میں تمیز قائم ہے، بوڑھے لوگوں کے لیے اولڈ ہاؤس نہیں بلکہ ان کی دعائیں لینے کے لیے ان کا اپنا گھر، اپنی اولاد ہے، کسی بھی غیر مسلم قوم کے پاس ایسا خاندانی نظام موجود نہیں۔ یہ طبقات کی جنگ ہے، یہ تہذیب کی جنگ ہے، مسلمانوں کی تہذیب کو مسخ کرنے کی کوششیں کی

جاری ہے، خواتین کے حقوق کے نام پر اسلامی ممالک میں طوفان بدتمیزی قائم کیا جارہا ہے۔عورتوں پر تیزاب پھینکنا،ان پر تشدد کرنا کسی طرح بھی درست نہیں،اسلام کے ساتھ اس کا دور کا تعلق بھی نہیں، اسلام نے عورتوں کو حقوق دیئے،ماں،بہن،بیٹی اور بیوی کے درمیاں مراتب شریعت نے مقرر کئے۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے والی تہذیبیں آج ہمیں حقوق یاد دلا رہی ہیں؟ عورت کو نحس اور منحوس سمجھے والے آج ہمیں درس مساوات دے رہے ہیں، عورت کو انسان کا درجہ بھی نہ دینے والے آج خواتین کے حقوق کے چیمپئن بنے ہوئے ہیں،عورت کو زندگی اسلام نے بخشی،عورت کو وقار اسلام نے دیا۔

محترم وزیر اعظم پاکستان عورتوں پر تیزاب پھینکنے،ان پر تشدد کے واقعات پر مشتمل شرمین عبید کی دستاویزی فلم تو بڑے انہماک کے ساتھ دیکھتے ہیں اور مغرب پر باور کراتے ہیں کہ ہم نے ایسے قوانین متعارف کروائے ہیں کہ اخلاقیات کی دھجیاں بکھیر دی ہیں لیکن اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیئے اس پر کبھی لب کشائی نہیں کی۔قوم کی بیٹی عافیہ صدیقی جو پس زنداں ہے کے بارے میں خواتین کے حقوق کے عالمی چیمپئن کی زبانیں کیوں گنگ ہو جاتی ہیں؟ موم بتی مافیا صرف اسی وقت کیوں شمعیں لے کر نکلتی ہے جب اسلام کو کوسنا ہوتا ہے،مسلمانوں کے امیج کو خراب کرنا ہوتا ہے؟ سول سوسائٹی پر مشتمل چند نوجوان صرف اسی وقت کیوں حرکت میں آتے ہیں جب اسلام کے مخالف کوئی پروگرام سرگرم عمل ہوتا ہے؟ تیزاب پھینکنے کی خبر تو جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی ہے،لیکن ڈرون حملے میں جاں بحق ہونے والی معصوم سی گڑیا منوں مٹی تلے دب جاتی ہے،موم بتی مافیا لمبی تان کے سو جاتی ہے۔فلسطین،غزہ،کشمیر،شام،عراق میں عورتوں کو کشت و خون میں نہلا دینے والے واقعات سے کیوں صرف نظر کیا جاتا ہے،یہ دوہرا معیار ہی دنیا میں دہشت کا ساماں پیدا کر رہا ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

پنجاب اسمبلی سے پاس ہونے والی قرارداد کو معمولی نہ سمجھا جائے۔عافیہ صدیقہ کی قید بامشقت آسیہ مسیحہ کی حکومتی ایوانوں میں تمکنت،گورنر سابق کی مداخلت،ماورائے آئین اوباما کا دباؤ،آسیہ کی رہائی اور پھر سلمان تاثیر کا قتل ریمنڈ ڈیوس کی باعزت رہائی اور عاشق رسول ممتاز قادری کی پھانسی، مدارس کی رجسٹریشن اور این جی اوز کے گماشتوں کو کھلی چھٹی،تعلیمی اداروں میں تبلیغی جماعت پر پابندی اور مخلوط رقص و سرود کی محفلوں کی سر عام اجازت، خلفائے راشدین کے دروس کو ہٹانے سمیت نصاب کی تبدیلی،قادیانیوں کی پشت پناہی اور ۲۹۵سی کے خاتمے پر غیر معمولی دباؤ کو اگر دیکھا جائے تو یہ بات مخفی نہیں کہ تہذیب کی جنگ کا طبل بج چکا ہے،مغربی تہذیب کے متوالے دن رات یہ راگ الاپتے نظر آتے ہیں کہ پاکستان ایک سیکولر ملک ہے اور ہاں! محترم وزیر اعظم میاں نواز شریف کا بیان بھی یاد آیا جو انہوں نے کچھ عرصہ قبل دیا تھا" پاکستان ایک سیکولر ملک ہے"اس سارے تناظر میں بات سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بات آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے۔واضح لکیر کھینچ دی گئی ہے،سیکولر ریاست،اسلامی ریاست، تہذیبی جنگ اور ثقافتی یلغار کے درمیان پھنسی عوام، ایک طرف چولاکھ لاشے،قربانیوں کا سمندر،دوسری طرف طغیان وعصیان،عناد اور سرکشی،ایک طرف پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ،دوسری طرف سیکولرازم،ذرا سوچئے!! ☆☆☆

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اقوال زریں:

☆......اس دن پر رو جو تیری زندگی کا گزر گیا لیکن تو نے اس میں کوئی نیکی نہیں کی۔

☆......زبان کو شکایت سے بند کرو،خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔

☆......امیر تکبر کریں تو برا ہے،لیکن غریب کریں تو بہت برا ہے۔

☆......اگر کوئی تم سے نصیحت مانگے تو اس کو صحیح اور مخلص مشورہ (نصیحت) دو۔

☆......بدبختی ہے اس آدمی کے لئے جو کہ خود تو مر گیا لیکن اس نے جو برائی کا کام کیا تھا یا رائج کیا تھا وہ اس کے مرنے کے بعد بھی قائم ہے۔

☆......گمراہ کی پیروی کرنا بھی گمراہی ہے۔

☆......غرور کو دل میں داخل نہ کرو ورنہ سارا کیا دھرا مٹی میں مل جائے گا۔

☆......شکست کھانا بری بات نہیں،شکست کھا کر ہمت ہار جانا زیادہ بات ہے۔

☆......زندگی سادہ اور مختصر ہونی چاہئے ورنہ آخرت میں حساب کتاب میں مشکل ہوگی۔

☆......چوری اور خیانت سے بچو کیونکہ دونوں چیزیں افلاس پیدا کرتی ہیں۔

☆......اپنے ظاہر اور باطن کو یکساں رکھو۔

☆......جاہل کا دنیا میں مشغول ہونا "بد" ہے لیکن عالم کا دنیا میں مشغول ہونا "بدتر" ہے۔

☆......جس پر نصیحت اثر نہ کرے تو جان لو کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

☆......ہر چیز کے ثواب کا اندازہ ہے مگر صبر کے ثواب کا کوئی اندازہ نہیں۔

☆......اگر تم اللہ تعالیٰ کا کرم چاہتے ہو تو لوگوں سے اچھائی کرو۔

امام القرا حضرت قاری

محمد تقی الاسلام دہلویؒ

مختصر حالاتِ زندگی

قاری شعیب احمد

نام ونسب: آپ کا نام محمد، والد کا نام تقی تھا اور دادا کا نام اسلام تھا، اس لئے محمد تقی کے نام سے مشہور تھے۔

پیدائش: رمضان المبارک ۱۹۳۰ء میں ہندوستان کے علاقہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ددھیال اور ننھیال دونوں کا تعلق دہلی سے تھا۔

تعلیم: ابتداء میں آپؒ نے دہلی کی جامع مسجد میں قاری قربان علی صاحب جو حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کے شاگرد تھے، ان سے حفظ شروع کیا، کچھ پارے پڑھنے کے بعد حضرتؒ بیمار ہوگئے جس کی وجہ سے قاری قربان علیؒ سے حفظ کی تکمیل نہ کر سکے۔ جب صحتیاب ہوئے تو حافظ بوری صاحبؒ سے پڑھنا شروع کیا، ملکی حالات خراب ہونے کی وجہ سے ان کے پاس بھی تکمیل نہ کر سکے۔ ۱۹۴۷ء میں دہلی سے ہجرت کرکے لاہور آ گئے۔ سورۂ انبیاء تک حافظ صاحبؒ سے پڑھ لیا تھا۔ لاہور میں ایک دن اپنے محلے کی جامع مسجد میں پڑھ رہے تھے، ایک صاحب جن کا نام غلام سرور تھا، انہوں نے کہا: اس سال تراویح میں آپ قرآن سنائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''میں مکمل حافظ نہیں ہوں۔'' غلام سرور صاحب نے کہا کہ کوئی مشکل کام نہیں، اگر انسان کسی کام کا پکا ارادہ کر لے تو کوئی مشکل نہیں۔ حضرت نے فرمایا: میں نے ان کی یہ بات سن کر پکا ارادہ کر لیا کہ اس سال میں ہی قرآن سناؤں گا۔ رمضان المبارک میں ابھی چار ماہ باقی تھے۔ حضرتؒ نے رمضان تک حفظ مکمل کیا اور رمضان میں روزانہ ایک پارہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ۱۹۵۱ء میں آپؒ نے پہلا محراب سنایا۔ رمضان کے بعد شوال کے مہینہ میں آپ کو تجوید پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ ایک اچھے استاذ کی تلاش میں تھے، جناب حکیم لقمان حافظ قاری محمد طیب صاحبؒ سے ایک دن آپ کی ملاقات ہوئی تو حکیم صاحبؒ کے مشورہ سے آپؒ حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ مغرب کا وقت تھا، اس زمانہ میں آپ اپنے کارخانہ میں پیتل کی ڈھلائی کا کام کیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت قاری صاحبؒ سے عرض کیا کہ میں دن میں کام کرتا ہوں۔ مغرب کے بعد حاضر خدمت ہو سکتا ہوں اور صحت لفظی کا شوق ہے۔ حضرت قاری صاحب نے فرمایا: کل آنا۔ دوسرے دن آپؒ حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ آپ حافظ ہیں؟ آپؒ نے عرض کی کہ جی میں حافظ ہوں۔ حضرت قاری صاحبؒ نے دو آیتیں سنیں اور تعلیم شروع کرادی۔ ۱۹۵۳ء میں آپ نے تجوید مکمل کی۔ آپ کے ساتھ پڑھنے والے قاری محمد عبدالکریم صاحب پانی پتی اور قاری غلام مرتضیٰ صاحب شریک تھے۔ تینوں ساتھیوں نے قاری کریم بخش صاحبؒ کو امتحان دیا اور اچھے نمبروں میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کو حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ نے شاطبیہ شروع کروادی۔ شاطبیہ پڑھنے میں آپ کے ساتھ قاری شجاع الملک صاحب کشمیریؒ شریک تھے۔ ۱۹۵۵ء میں آپ دونوں ساتھیوں نے شاطبیہ مکمل کی اور قاری خدابخش صاحبؒ نے آپ دونوں کا امتحان لیا اور دونوں ساتھی اچھے نمبروں میں کامیاب ہوگئے۔

تدریس کا آغاز: آپؒ کی سب سے پہلے تقرری ۱۶ مارچ ۱۹۵۵ء کو تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں ہوئی۔ آپ کو قاری فضل کریم صاحبؒ نے سب سے پہلے اپنے درجہ میں معاون مدرس رکھا۔

ایک خواب: جناب سیٹھی محمد یوسف صاحبؒ کو ایک رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہزارہ کی طرف توجہ کریں یعنی مطلب یہ تھا کہ ہزارہ میں حفظ کا کام شروع کرو۔ پھر جناب سیٹھی محمد یوسف صاحب، حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ اور حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ کچھ مدرسین کو لے کر ہزارہ روانہ ہوگئے۔ ان مدرسین میں حضرتؒ بھی تھے۔ ۱۹۵۶ء میں آپؒ نے ایک سال ایبٹ آباد میں پڑھایا، پھر ایک سال بعد واپس لاہور تشریف لے آئے، پھر مدرسہ تجوید القرآن میں پڑھانا شروع کیا، پھر سیٹھی صاحبؒ نے آپ کو مانسہرہ معہد القرآن بھیج دیا، آٹھ ماہ آپ نے وہاں پڑھایا، اس کے بعد اس کام کو قاری فضل ربی صاحب آگے لے کر چلے۔

آپؒ نے حضرت قاری شریف صاحبؒ کے حکم سے دوبارہ تجوید القرآن میں پڑھانا شروع کیا۔ ۱۹۵۸ء میں آپؒ نے امام الفن حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ سے قرأت عشرہ بطریق شاطبیہ دورہ پڑھی۔ اسی سال امام الفن حضرت قاری عبدالمالک صاحب کا وصال ہوا۔ ۱۹۶۰ء میں آپؒ

اور آپ کے ساتھ قاری عبدالغنی صاحبؒ سہارن پوری نے حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ سے قرأت عشرہ بطریق طیبہ پڑھی۔

آپؒ کے حج کے اسفار: پہلی مرتبہ آپ نے ۱۹۶۵ء کو مارچ کے مہینہ میں براستہ خشکی حج کے لئے سفر کیا، دو ماہ میں واپسی ہوئی، پھر ۱۹۶۷ء کو دوبارہ حج کے لئے تشریف لے گئے، تیسری مرتبہ ۱۹۶۹ء میں حج کے لئے روانہ ہوئے، ۱۹۷۰ء میں واپسی ہوئی۔ ۱۹۷۰ء میں آپ نے پنڈی میں مولانا چراغ الدین شاہ صاحب کے ہاں پڑھانا شروع کیا، ۱۹۷۳ء تک وہاں کام کیا، پھر ۱۹۷۳ء میں آپؒ ریاض تشریف لے گئے، وہاں پڑھانا شروع کیا، ۱۹۸۰ء سے آپ نے ۱۹۹۳ء تک مدینہ منورہ میں پڑھایا۔ ۷/ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو پاکستان مستقل واپسی ہوئی۔ ۲۹/ جون ۱۹۹۴ء کو آپؒ نے جامعۃ القریٰ ہری پور ہزارہ کی سنگ بنیاد رکھی۔ ۱۹۹۵ء میں آپ نے انوار القرآن میں پڑھانا شروع کیا۔ ۲۰۰۵ء میں ایک بار پھر آپ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔

جامعہ اشرف المدارس میں تدریس کا آغاز: ۲۶/ دسمبر ۲۰۰۹ء میں کراچی کی مشہور و معروف دینی درس گاہ جامعہ اشرف المدارس میں تشریف لائے، اس سے قبل آپؒ نے یہ شرط لگائی کہ جامعہ میں اس وقت تدریس کروں گا جب حضرت اقدس شیخ العرب والعجم مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ سے بیعت کروائی جائے۔

تاریخ وفات: یکم نومبر ۲۰۱۵ء کو بہت سخت بیمار ہوئے۔ ۸/ نومبر ۲۰۱۵ء کو جامعہ اشرف المدارس کراچی سے اپنے گھر لاہور تشریف لے گئے۔ ۲۰/ نومبر ۲۰۱۵ء کو آپؒ کا وصال ہوا۔ ۲۱/ نومبر بروز ہفتہ افغان پارک لاہور میں آپؒ کا جنازہ مولانا محب النبی صاحب نے پڑھایا اور لاہور میں تدفین ہوئی۔

آپؒ کی اولاد: دو بیٹے قاری بدر الاسلام صاحب اور قاری عبدالسلام صاحب اور ایک صاحبزادی ہیں۔

آپؒ کے تلامذہ: وہ تلامذہ جنہوں نے حضرت قاری صاحبؒ سے روایت حفص پڑھی: قاری محمد آصف استاذ شعبہ حفظ جامعہ اشرف المدارس کراچی، قاری ریاض صاحب سابق استاذ جامعہ اشرف المدارس کراچی، قاری احمد صاحب مدرس جامعہ قاسمیہ، قاری نثار احمد صاحب سندھ، قاری طاہر صاحب افغانستان، قاری عبداللہ افغانستان، قاری بلال صاحب مدرس شعبہ حفظ جامعہ اشرف المدارس کراچی، قاری اقبال عابد صاحب مہتمم جامعۃ الراشدین لاہور، قاری طالب الرحمن کشمیری صاحبؒ (مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ) قاری جمیل الرحمن ہزاروی صاحب (مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ) مفتی قاری رازی صاحب دبئی، مولانا قاری رفیع اللہ صاحب دبئی، مفتی قاری حارث صاحب رنگون، قاری سلمان صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ ٹیکسلا۔

وہ تلامذہ جنہوں نے سبعہ پڑھی: قاری راشد خان صاحب مدرس مدرسۃ الاختر کراچی، قاری عبدالقیوم صاحب داماد حضرت قاری صاحبؒ، قاری سراج احمد صاحب مدرس مدینہ منورہ سعودیہ، قاری سراج احمد صاحب مدرس مدینہ منورہ سعودیہ، قاری شمس الرحمن صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ سعودیہ، قاری طاہر ہزاروی صاحب مہتمم مدرسہ صوت القرآن ایبٹ آباد۔

وہ تلامذہ جنہوں نے قرأت عشرہ بطریق شاطبیہ و درہ پڑھی: قاری فرمان احمد، قاری عبداللہ خان مدرس مدرسۃ الاختر، قاری محمد اشرف صاحب صدر مدرس دارالقرآء۔

وہ تلامذہ جنہوں نے قرأت عشرہ صغریٰ و کبریٰ پڑھی: قاری شمس الدین اختر شعیب احمد استاذ شعبہ قرأت جامعہ اشرف المدارس کراچی۔

وہ تلامذہ جنہوں نے صرف طیبہ پڑھی: قاری سکندر حیات صاحب نگراں شعبہ تجوید و قرأت جامعہ معہد الخلیل کراچی، قاری انور صاحب استاذ شعبہ تجوید و قرأت دارالقرآن والاحسان، قاری عبدالخالق صاحب استاذ الحدیث و نگران شعبہ تجوید و قرأت مدرسہ تعلیم القرآن الفلاح کراچی، قاری ہدایت اللہ صاحب مہتمم دارالقراء تھائی لینڈ، قاری محمد طارق صاحب سابق مدرس اشرف المدارس، قاری یوسف ہزاروی صاحب سابق استاذ جامعہ احتشامیہ، قاری حبیب الرحمن صاحب استاذ جامعہ صدیقیہ لاہور، قاری صفی اللہ صاحب افغانستان۔

وہ تلامذہ جنہوں نے تبرکاً پڑھا: قاری محمد رمضان صاحب متخصص فی القرأت دارالعلوم کراچی۔

وہ حضرات جنہوں نے طیبہ کی سند اجازت حاصل کی: قاری فیاض الرحمن صاحب علوی مہتمم و بانی مدرسہ دارالقرآء پشاور فاضل جامعۃ الازہر (مصر)، قاری احمد میاں تھانوی صاحب زیدمجدہم نگراں شعبہ تجوید و قرأت دارالعلوم اسلامیہ لاہور، قاری حاجی محمد صاحب، قاری خلاد عزیز کیانی صاحب صدر مدرس انوار العلوم کراچی، قاری عبدالملک صاحب نگران شعبہ تجوید و قرأت دارالعلوم کراچی، قاری محمد اسحاق صاحب استاذ شعبہ تجوید و قرأت دارالعلوم کراچی، قاری شعیب احمد صاحب استاذ شعبہ قرأت اشرف المدارس کراچی۔ ☆☆☆

اللہ تعالیٰ ظلم وفساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا!

جاوید اختر ندوی

فرعون سے اس کے وزراء وامراء نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکایت کی تو ظالم بادشاہ نے اللہ کے برگزیدہ نبی اور ان کی قوم بنی اسرائیل پر ظلم کا اعلان کردیا، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جن الفاظ میں تسلی دی، قیامت تک باقی رہنے والی آسمانی کتاب قرآن مجید نے انہیں یوں محفوظ کردیا ہے:

"قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ"

(الاعراف:۱۲۸)

ترجمہ: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو یعنی حق پر جمے رہو، یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث بنادیتا ہے اور آخرت میں بھلائی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔"

اسی حقیقت کو اللہ رب العزت نے اپنی کتاب ہی میں دوسری جگہ ان الفاظ میں قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے بیان کردیا ہے:

"قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" (آل عمران:۲۶)

ترجمہ: "اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے: اے اللہ! ملکوں کے مالک، آپ جسے چاہیں ملک کا مالک بنادیں اور جس سے چاہیں ملک چھین لیں اور جسے چاہیں غلبہ دے کر عزت دیں اور جسے چاہیں مغلوب کرکے نیچا دکھائیں، تمام بھلائیاں آپ ہی کے ہاتھ میں ہیں، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔"

اللہ رب العزت نے ان آیات میں رہتی دنیا تک آنے والی انسانیت کے لئے اس امر کو واضح کردیا ہے کہ یہ زمین کسی کی ملکیت نہیں، خدا ہی اس کا مالک ہے اور وہ اسی کو اس کا مالک بناتا ہے جو اس کے بندوں کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لیتا، اس کے احکام کو جاری کرتا اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس کا استعمال کرتا ہے اور جب تک یہ باتیں رہتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو موقع دیتا ہے، لیکن جب اس کے اندر ظلم وسرکشی پیدا ہوجاتی ہے وہ خدا کی چیز کو اپنی ملکیت سمجھ بیٹھتا اور اس کے بندوں کے ساتھ ظلم سے پیش آتا، کمزوروں کو دباتا، بے کسوں کا حق مارتا اور مظلوموں کی آواز سننے سے کان بند کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی زمین چھین کر اس کو عطا کرتا ہے جو انصاف سے کام لے اور اس ظالم کو دنیا ہی میں عبرتناک سزا دے دیتا ہے۔

تاریخ کے خزانے نے ہماری عبرت کے لئے ایسے بہت سے واقعات اپنے سینے میں محفوظ کررکھے ہیں ایک مرتبہ سکندر کا گزر کسی مفلس قوم پر ہوا جن کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہ تھی، جنہوں نے اپنے مردوں کی قبریں دروازوں کے سامنے بنا رکھی تھیں اور ہروقت انہی قبروں کے پاس بیٹھے رہتے، وہاں جھاڑو دیتے، صفائی رکھتے، زیارت کرتے اور وہی ان کی عبادت کی جگہ تھی، گھاس اور پتوں کے سوا ان کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہ تھا، سکندر نے ایک شخص کو بھیج کر ان کے سردار کو بلوایا لیکن وہ نہ آیا اور کہلا بھیجا کہ مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں، سکندر خود اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ تم لوگوں کا کیا حال ہے اور تم لوگ کیا کام کرتے ہو؟ نہ تو تمہارے پاس سونا چاندی دکھائی دیتا ہے، نہ تم کو دنیا کی کوئی نعمت میسر ہے، سردار نے جواب دیا: دنیا کی نعمتوں سے کوئی شخص سیر نہیں ہوتا، سکندر نے پوچھا کہ تم نے دروازوں پر قبریں کیوں بنا رکھی ہیں؟ اس نے جواب دیا تاکہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہے اور ہم اس کی وجہ سے اپنے پروردگار کی عبادت سے غافل نہ ہوں۔ سکندر نے کہا: تم گھاس پتے کیوں کھاتے ہو؟ سردار نے جواب دیا: ہم اپنے پیٹوں کو جانوروں کی قبریں نہیں بنانا چاہتے، اس لئے کہ کھانے کی لذت حلق کے آگے سے نہیں گزرتی، یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک شخص کی کھوپڑی نکال کر سکندر کے سامنے رکھ دی اور کہنے لگا کہ: اے سکندر! تجھے معلوم ہے کہ یہ کس کی کھوپڑی ہے؟ سکندر نے کہا: نہیں! سردار بولا: یہ دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جو اپنی رعیت پر ظلم وجور کیا کرتا تھا، خاص طور پر کمزوروں پر اور اس نے

اپنی ساری زندگی دنیا کی چیزیں جمع کرنے میں گزاری تھی بالآخر خدا نے اس کی روح قبض کر لی وہ جہنم کا مستحق ٹھہرا اور اب اس کا یہ حال ہے! پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک دوسری کھوپڑی سکندر کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ اسے تو پہچانتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، سردار نے کہا کہ یہ بھی ایک بادشاہ کی کھوپڑی ہے جو اپنی رعیت کے ساتھ انصاف کرتا اور اپنے ملک والوں پر مہربان تھا، اس کی بھی روح خدا نے قبض کر لی، اسے اپنی جنت کے باغوں میں جگہ دی اور اس کا درجہ بڑھایا، یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ سکندر کے سر پر رکھا اور کہا: تجھے معلوم ہے کہ تو ان دونوں میں سے کس کی طرح ہوگا؟ یہ سن کر سکندر زار و قطار رونے لگا اور اسے اپنے سینے سے لگا کر کہنے لگا: اگر تو میرے ساتھ چلنا پسند کرے تو میں اپنی حکومت تیرے سپرد کردوں اور اپنے ملک میں تجھے شریک کرلوں، اس شخص نے جواب دیا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، مجھے اس بات کی کوئی رغبت نہیں۔ سکندر نے پوچھا: کیوں! نہیں؟ اس نے جواب دیا: اس لئے کہ ساری دنیا تیری دشمن ہے اور میری دوست، اس لئے کہ میں غریب ہوں اور قانع، نہ میرے پاس ملک ہے نہ مجھے دنیا کی لالچ، نہ اس کی تلاش اور نہ ضرورت، قناعت حقیر کے واسطے کافی ہے، سکندر نے دوبارہ اسے سینہ سے لگایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور چلا گیا۔

☆☆......☆☆

ختم نبوت چوک، سرائے نورنگ کا افتتاح

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب مدظلہ العالیہ نے حالیہ بلدیاتی الیکشن میں اپیل کی تھی کہ اس امیدوار کو ووٹ دو جو آپ کے ساتھ وعدہ کریں کہ شہر کے مین چوک کو ختم نبوت چوک کا نام دیں گے مرکزی ناظم اعلیٰ صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت نے کوشش شروع کردیں کہ اس دوران جمعیت علماء اسلام تحصیل نورنگ کی مجلس عاملہ نے تجویز پاس کرتے ہوئے مجلس کی ضلعی جماعت سے مطالبہ کیا کہ سرائے نورنگ کے وسط میں جی ٹی روڈ پر لکی روڈ کے سامنے چوک کو ختم نبوت چوک کا نام دیا جائے مجلس کے ذمہ دار حضرات نے فوراً عمل شروع کرکے انتہائی مختصر وقت میں تمام انتظامات مکمل کرلئے اور صوبائی امیر محترم حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی صاحب کے ساتھ رابطہ کرکے ختم نبوت چوک کے افتتاح کے لئے وقت مانگ لیا۔ صوبائی امیر محترم نے انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ۳۰ نومبر بروز سوموار ۲ بجے کا وقت افتتاح کے لئے دے دیا۔ مجلس کے ساتھیوں نے اتفاق و اتحاد کی فضاء قائم کرنے کے لئے ضلع لکی مروت کے تمام مذہبی، سیاسی پارٹیوں کے علاوہ تاجر برادری، معززین علاقہ اور صحافی برادری کو خصوصی طور شرکت کی دعوت دے دی، جو الحمدللہ! تمام حضرات نے بخوشی قبول کرتے ہوئے ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی بھی کرادی۔ پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ساتھیوں نے بہت محنت کی۔

۳۰ نومبر کو صوبائی امیر محترم حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی صاحب نے افتتاح سے پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت کے ناظم مالیات مولانا محمد ابراہیم ادہمی کے گھر جاکر ان کی والدہ محترمہ کے ایصال ثواب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ افتتاحی تقریب ضلعی امیر حاجی امیر صالح خان کی صدارت میں مولانا حافظ امیر پیاؤ شاہ صاحب کی تلاوت سے شروع ہوئی ضلعی جنرل سیکریٹری مولانا عبدالرحیم صاحب کے ابتدائی کلمات کے بعد اسٹیج سیکریٹری مولانا محمد ابراہیم ادہمی نے اپنے صوبائی امیر محترم مجاہد مفکر ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی صاحب کو دعوت خطاب دی، انہوں نے اپنے خصوصی خطاب میں ضلعی جماعت کے اراکین اور کارکنان ختم نبوت سمیت تمام پارٹیوں و معززین علاقہ کو ختم نبوت چوک پر مبارکباد دی اور کہا کہ الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ہم سب کا متفقہ پلیٹ فارم ہے اور اسی متفقہ پلیٹ سے ہم اتحاد و اتفاق برقرار رکھ سکتے ہیں اور آج کی افتتاحی تقریب اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ ہم سب عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پہلے بھی ایک تھے آج بھی ایک ہے اور ان شاء اللہ! ایک رہیں گے۔ مفتی صاحب نے کہا کہ آج مجھے بہت خوشی ہے کہ ختم نبوت چوک کے افتتاح کے ساتھ ساتھ ضلعی دفتر اور ختم نبوت لائبریری کا افتتاح بھی ہے۔ ختم نبوت چوک اور دفتر ہم کو اپنا سبق ہر وقت یاد دلائے گا، لہٰذا ہر مکتب فکر کے ساتھیوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہاں مجلس کے ساتھیوں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں۔ صوبائی امیر محترم کی تقریر کے بعد ضلعی ناظم مفتی ضیاء اللہ صاحب نے تمام مہمانوں کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا، اس کے بعد صوبائی امیر محترم نے نعرہ تکبیر اور ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں میں ختم نبوت چوک اور ضلعی دفتر و لائبریری کا افتتاح کیا۔ انصار الاسلام تحصیل نورنگ کے رضاکاروں نے مولانا گل فراز شاکر کی نگرانی میں سیکورٹی کے فرائض سرانجام دیئے۔ صاحبزادہ امین اللہ اور ماسٹر عمر خان نے بہترین انتظامات کئے تھے۔ تقریب کے بعد صوبائی امیر محترم نے مولانا محمد طیب کے گھر جاکر ان کی والدہ محترمہ کے لئے بھی دعائے مغفرت کی۔

بقیہ:......... اداریہ

۱:-’’وعن أبی ہریرۃ ؓ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :إذا دعا الرجل امرأتہ إلی فراشہ فأبت فبات غضبان لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح ۔‘‘(متفق علیہ)’’وفی روایۃ لہما قال: والذی نفسی بیدہ ما من رجل یدعو امرأتہ إلی فراشہ فتأبی علیہ إلا کان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتی یرضی عنہا ۔‘‘ (متفق علیہ،مشکوٰۃ،ص:؟؟)

’’حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے، وہ انکار کرے اور شوہر ناراضی کی حالت میں رات گزارے تو اس عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

اور بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، کوئی آدمی جو اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو آسمان والا (یعنی اللہ تعالیٰ) اس پر ناراض رہتا ہے، یہاں تک کہ شوہر اس سے راضی ہوجائے۔‘‘

۲:-’’وعن أبی ہریرۃ ؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :لو کنت آمر أحدا أن یسجد لأحد لأمرت المرأۃ أن تسجد لزوجہا ۔‘‘(مشکوٰۃ،ص:؟؟)

’’حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کے سامنے سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔‘‘

۳:-’’وعن طلق بن علی ؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :إذا الرجل دعا زوجتہ لحاجتہ فلتأتہ وإن کانت علی التنور ۔‘‘(مشکوٰۃ،ص:؟؟)

’’حضرت طلق بن علی ؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو وہ (فوراً) آجائے، خواہ وہ تنور پر کھڑی (روٹیاں لگارہی) ہو۔‘‘

کیا اس شق سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ قرآن وسنت کے برعکس عورت کو بے حیائی اور بے غیرتی کا کھلا لائسنس دیا جارہا ہے کہ اس کا شوہر تو اس کے قریب نہ آئے اور عورت جہاں چاہے جائے، جس سے چاہے ملے۔ اس بل کے بعد اس پر کوئی پابندی نہیں، اس لئے کہ کوئی اگر اسے روکے گا تو پھر اسے کڑا پہنایا جائے گا۔

۵:-’’بل میں خواتین پر گھریلو تشدد، معاشی استحصال، جذباتی، نفسیاتی، بدکلامی اور سائبر کرائمز شامل ہیں۔‘‘ یہ شق بھی بالکل مبہم ہے کہ گھریلو تشدد کے زمرہ میں کون آتا ہے؟ معاشی استحصال، جذباتی، نفسیاتی، بدکلامی سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ تمام چیزیں عورت کررہی ہے، تو پھر قانون کس کے خلاف حرکت میں آئے گا؟

۶:-’’بل میں کہا گیا ہے کہ گھریلو تشدد کا شکار ہونے والی خواتین کے تحفظ کے لئے شیلٹر ہوم بنائے جائیں گے، جن میں متاثرہ خواتین اور بچوں کو بورڈنگ، لاجنگ کی سہولت فراہم کی جائے گی۔‘‘ گویا عورتوں کو ان کے شوہروں سے نجات دلاکر شیلٹر ہوم میں انہیں رکھا جائے گا اور پھر وہ آزاد ہوں گی، جو چاہیں کریں یا جہاں چاہیں پھریں، ان کو کوئی روکنے اور ٹوکنے والا نہیں ہوگا اور پھر یہ وضاحت نہیں جن کو شیلٹر ہوم میں رکھا جائے گا، ان کو شوہروں سے طلاق دلوائی جائے گی یا بغیر طلاق ان کو ایک دوسرے سے جدا کیا جائے گا؟ پھر یہ کہ قانون تو ابھی بن گیا، لیکن شیلٹر ہوم بعد میں بنائے جائیں گے؟ اور وہ شیلٹر ہوم بھی کیا ہوں گے؟ گویا بے غیرتی اور بے حیائی کے اڈے ہوں گے، جیسا کہ مشہور ہے کہ پہلے سے جو دارالامان بنے ہوئے ہیں، وہاں پہنچنے والی عورت بمشکل محفوظ رہ پاتی ہے، تو کیا ایسے شیلٹر ہوم اور دارالامانوں کی کثرت کردی جائے گی؟

۷:-’’خواتین پر تشدد کی شکایات کے ازالہ کے لئے ٹال فری نمبر قائم کیا جائے گا اور خواتین کی شکایات کی تحقیقات کے لئے ڈسٹرکٹ پروٹیکشن کمیٹی بنائی جائے گی، جبکہ مصالحت کے لئے سینٹرز بھی قائم کئے جائیں گے۔‘‘ گویا عورتیں جس وقت چاہیں وہ اپنے شوہروں کو پولیس کے حوالے کرنے کے لئے فون نمبر لگاکر ان کو حوالۂ پولیس کراسکتی ہیں؟

۹،۸:- ’’تشدد زدہ خاتون کو اس کی مرضی کے بغیر گھر سے بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ دوسری صورت میں وہ اپنے انتظام کردہ متبادل گھر یا شیلٹر ہوم میں رہائش رکھ سکتی ہے۔ ضلع افسر تحفظ خواتین متاثرہ خاتون کو بچانے کی غرض سے کسی بھی وقت کسی بھی جگہ داخل ہو سکے گی، حفاظتی افسر سے مزاحمت کرنے والے کو چھ ماہ قید اور پانچ لاکھ روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں ہو سکیں گی۔‘‘

گویا خاتون کے فون کرنے کی دیر ہے، یا اس کا کڑا پہنا ہوا شوہر جیسے ہی اپنی بیوی کے پاس جائے گا اور اس کا سگنل متعلقہ افسر کے سامنے آئے گا تو وہ فوراً گھر میں گھس سکتا ہے اور اس کے روکنے پر اس کو مزید جرمانہ یا قید کا ٹاپڑے گی۔ نعوذ باللہ من ذلک

۱۰:- ’’اگر مدعا علیہ عبوری آرڈر پروٹیکشن آرڈر وغیرہ کی حکم عدولی کرے گا تو اسے ایک سال قید یا پچاس ہزار سے دو لاکھ روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں ہو سکیں گی۔‘‘ گویا مدعی علیہ ہمیشہ جیل جانے کے لئے تیار رہے یا پھر اپنی آنکھیں، اپنے کان اور اپنا منہ بند رکھے، اگر اس نے ایسا نہ کیا تو پھر اس کے لئے جیل تیار ہے۔

یہ ہے تحفظ خواتین کا بل، جس کے بارہ میں کہا گیا کہ اس سے عورتوں کا تحفظ ہوگا، حالانکہ ایک سنجیدہ اور باشعور آدمی اسے پڑھتے ہی بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ خواتین کے تحفظ کے لئے یہ بل نہیں لایا گیا، بلکہ اس بل سے دین اسلام کے صریح احکامات سے بغاوت کا درس دیا گیا۔ مغرب کی گندی تہذیب کی تقلید کی گئی۔ اس کے علاوہ ایک پر امن گھریلو نظام کو توڑنے اور بے حیائی و بے شرمی کو سند جواز دینے کے لئے اس بل میں پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اس بل کا ہدف خاندانی نظام کو درہم برہم کرنا، عورت کو تحفظ کے نام پر خاندان کے تحفظ سے نکال کر بے راہ روی کی راہ پر دھکیلنا، آزادی کے نام پر اسے عفت وحیا اور پاکدامنی سے آزاد کر کے کاروباری جنس بنانا، برابری کے نام پر اس پر وہ بوجھ ڈالنا ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا ہی نہیں کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری قوم کے ایمان، حیا، عفت، غیرت اور پاک دامنی کی حفاظت فرمائیں، ان کے گھریلو نظام زندگی کو ٹوٹنے سے محفوظ فرمائیں اور ہمارے حکمرانوں کو ایمانی غیرت اور عقل سلیم عطا فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

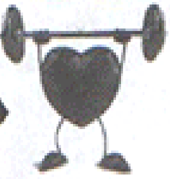
معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔
قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیمن	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
[illegible]	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ سپلائرز کالونی فیصل آباد

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج مکمل خوراک
فیصل
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگرموتھ	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	تج	مغز بنولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دار چینی	اکر	الائچی خورد	بیج کانچ	[illegible]
ورق طلاء	لونگ	[illegible]	الائچی کلاں	عشق پیچہ	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	جڑ موسلی	ترنجبین	[illegible]	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رس کنواری	بہمن سفید	گوند کتیرا	

قطب زماں، امام الاولیاء، خواجہ خواجگاں، شیخ المشائخ
حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

تقریب سعید اختتام صحیح بخاری شریف

بمقام
جامعہ سعدیہ عزیزیہ
خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ
کندیاں ضلع میانوالی

زیر صدارت
مخدوم العلماء، فرزند خواجہ خواجگان
حضرت مولانا
صاحبزادہ عزیز احمد صاحب
دامت برکاتہم العالیہ
نائب امیر مرکزیہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
پاکستان

بتاریخ
31 مارچ 2016ء
21 جمادی الثانی
بروز جمعرات بعد نماز ظہر

جس میں
علماء کرام مشائخ عظام خطباء قراء و شعراء اسلام تشریف لا رہے ہیں

تمام اہل اسلام سے جوق در جوق شرکت کی اپیل ہے

منجانب
انتظامیہ جامعہ سعدیہ عزیزیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی
0300-8999668
0333-6836228